در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جامِ وسنداں باختن

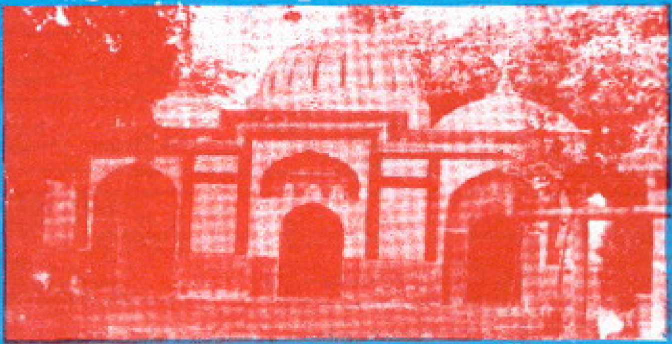

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر | پندرہ روزہ | پی ۳۶۹

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

پشاق الحسن

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۲۱۴-۲۱۵ | جلد نمبر ۱۸

۱۶ ستمبر تا ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء | رجب المرجب | ۱۴۲۲ھ

مدیر اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کرکے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضمون نگار	عنوان	نمبر شمار
۲	طارق سلطانپوری	حضرت آقا پیر جان رحمت اللہ علیہ	۱
۴	ڈاکٹر خالد عباس الاسدی	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۲
۵	مدیر اعلیٰ	تفسیر القرآن الحسنیہ	۳
۸	الحاج صوفی مشتاق احمد	شہہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشاہیر کی نظر میں	۴
۲۶	پروفیسر محمد منظور علی شیخ	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۵
۲۷	سید محمد انور شاہ قادری	معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۶
۴۶	فارغ بخاری	غزل	۷
۴۷	اقبال ریاض	صاحبزادہ عبدالقیوم خان	۸
۵۱	محمد افضل چشتی	کوچہ آقا پیر جان صیب	۹
۵۴	مفتی خلیل الرحمٰن قادری	استفتاء (نظر بد کی شرعی حیثیت)	۱۰
۶۳	مجید امجد	غزل	۱۱
۶۴	سید محمد انور شاہ قادری	تبصرہ کتب	۱۲

حضرت آغا پیر جان صاحب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ

از شاعر بے نظیر محمد عبد القیوم طارق سلطانپوری

سال ولادت: ۱۲۰۵ھ

بہ الفاظ

"تابشِ اتقا" ۱۲۰۵

"روشنی محاسن فقر" ۱۲۰۵

سال وصال: ۱۳۱۵ھ

بہ الفاظ

"زیبائی حجاز، آغا پیر جان" ۱۳۱۵

"پیکر اوج شریعت النبی" ۱۳۱۵

لمعۂ فیضان مصطفیٰ ۱۳۱۵

"چراغ بزم نبی" ۱۳۱۵

"اوج آفتاب المعرفت" ۱۳۱۵

باب جاہ تصوف وطریقت" ۱۳۱۵

عمر شریف: ۱۱۰ سال

بہ الفاظ

"دیدہ زیب بزم حجاز" (۱۱۰)

قطعۂ تاریخ (سال وصال ۱۳۱۵ھ)

ابو البرکات کے باغ ہدا کا
وہ تھا لاریب وردِ خوب صورت
جلیل القدر وہ تمثیل اوصاف
وہ تصویرِ مکارم، با کرامت
شریعت کا تجمل وہ خود آگاہ
وہ حق آگاہ اعزاز طریقت
ضیاء آفتاب عشق و عرفاں
وہ نور ماہتاب علم و حکمت
مطاع و مقتدا دیدہ وروں کا
وہ صدر بزم ایقان و حقیقت
خدا سے اور محبوب خدا سے
دیا مخلوق کو درس محبت
کہا طارقؔ نے سال وصل اس کا
وہ ''حسن مرکز رشد و ہدایت''

۱۳۱۵ھ

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ڈاکٹر خالد عباس الاسدی

زندگی جب غم و آلام سے بھر جاتی ہے
چشم تر گنبد اخضر پہ ٹھہر جاتی ہے
تب کہیں جا کے مری آنکھ کی برسات تھمے
جب مری روح کی سب دھول اتر جاتی ہے
لمحے انعام ہیں جو در پہ ترے گزرے ہیں
زندگی یوں تو بہرحال گزر جاتی ہے
میں نے جو مانگا ملا دست کرم سے تیرے
ہر دعا چھوتی ہوئی باب اثر جاتی ہے
چومتے ہیں اسی چوکھٹ کو مقدر کے نجوم
بگڑی تقدیر جہاں سب کی سنور جاتی ہے
خود کو پاتا ہوں شفاعت کے چمن زاروں میں
آپ کے باب کرم تک جو نظر جاتی ہے
لے کے خوشبوئے کرم باغ حرم سے خالد
ڈھونڈنے مجھ کو صبا تا بہ سحر جاتی ہے

گذشتہ سے پیوستہ

تفسیر القرآن الحسنیہ

مدیر اعلیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡ حَآجَّ اِبۡرٰہٖمَ فِیۡ رَبِّہٖۤ اَنۡ اٰتٰىہُ اللّٰہُ الۡمُلۡکَ ۘ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ رَبِّیَ الَّذِیۡ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحۡیٖ وَ اُمِیۡتُ ؕ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ فَاِنَّ اللّٰہَ یَاۡتِیۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ فَاۡتِ بِہَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ فَبُہِتَ الَّذِیۡ کَفَرَ ؕ وَ اللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿ۚ۲۵۸﴾ اَوۡ کَالَّذِیۡ مَرَّ عَلٰی قَرۡیَۃٍ وَّ ہِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوۡشِہَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحۡیٖ ہٰذِہِ اللّٰہُ بَعۡدَ مَوۡتِہَا ۚ فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ ؕ قَالَ کَمۡ لَبِثۡتَ ؕ قَالَ لَبِثۡتُ یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ ؕ قَالَ بَلۡ لَّبِثۡتَ مِائَۃَ عَامٍ فَانۡظُرۡ اِلٰی طَعَامِکَ وَ شَرَابِکَ لَمۡ یَتَسَنَّہۡ ۚ وَ انۡظُرۡ اِلَی الۡعِظَامِ کَیۡفَ نُنۡشِزُہَا ثُمَّ نَکۡسُوۡہَا لَحۡمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ ۙ قَالَ اَعۡلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ رَبِّ اَرِنِیۡ کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ؕ قَالَ اَوَ لَمۡ تُؤۡمِنۡ ؕ قَالَ بَلٰی وَ لٰکِنۡ لِّیَطۡمَئِنَّ قَلۡبِیۡ ؕ قَالَ فَخُذۡ اَرۡبَعَۃً مِّنَ الطَّیۡرِ فَصُرۡہُنَّ اِلَیۡکَ ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنۡہُنَّ جُزۡءًا ثُمَّ ادۡعُہُنَّ یَاۡتِیۡنَکَ سَعۡیًا ؕ وَ اعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ﴿۲۶۰﴾

ترجمہ: یا نہیں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے حبیب اس شخص کی طرف جس نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا کہ اس کو اللہ نے بادشاہی عطا کی جبکہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میرا پروردگار وہ ہے جو زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے، اس نے کہا کہ میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت بھی۔ ابرہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے تو اس کو مغرب سے طلوع کر کے دکھا پس کافر ہکا بکا ہو گیا اور اللہ جل جلالہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا (۲۵۸) یا اے حبیب آپ نے اس شخص کی طرف نہیں دیکھا جو ایک بستی پر گذرا جو چھتوں کے بل گری ہوئی تھی۔ اس نے کہا کہ کون ہے جو اس کو برباد ہو جانے کے بعد زندہ کرے گا پس اللہ جل جلالہ نے اس

شخص کو سو برس مار دیا پھر اس کو (سو برس کے بعد) زندہ کیا اسے فرمایا کہ تو نے کتنی مدت گزاری؟ اس نے کہا کہ میں نے ایک دن یا اس کا کچھ حصہ گزارا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے اتنی مدت نہیں بلکہ سو برس گزارے۔ پس اپنے کھانے اور پانی کی طرف دیکھ کہ وہ خراب ہوئے ہی نہیں اور اپنے گدھے کی طرف دیکھ تا کہ ہم تجھ کو بنی نوع انسان کے لئے ایک علامت بنائیں اور (اپنے گدھے کی) ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ ہم ان کو کس طرح برابر کرتے ہیں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہناتے ہیں پس جب اس کے لئے واضح ہو گیا تو پکار اٹھا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک شے پر قادر ہے (۲۵۹) اور اس وقت کو یاد کرو (اے محبوب ﷺ) جبکہ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب تعالیٰ مجھے دکھا کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا فرمایا اللہ تعالیٰ نے (اے ابراہیم علیہ السلام) کیا تو یقین نہیں کرتا؟ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی یقین کیوں نہیں لیکن تا کہ میرے دل کو اطمینان ہو، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے ابراہیم علیہ السلام) چار پرندے لے لے پس (انہیں) اپنے ساتھ ہلا لے پھر (مار کر) ان کے ٹکڑے مختلف پہاڑوں پر رکھ دے پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ بہت ہی غالب حکمت والا ہے (۲۶۰)

حل لغت: فبھت: ہکا بکا ہو گیا، حیران ہو گیا، ششدر رہ گیا، مبہوت ہو گیا، ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ خاویۃ: گری ہوئی تھی، افتادہ تھی، کھوکھلی، خوآءٌ سے جس کے معنی گھر کے خالی ہونے، گر پڑنے اور ڈھ جانے نیز اندر سے کھوکھلے ہو جانے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ ہے واحد مؤنث ہے۔ لبثت: کتنی دیر ٹھہرا رہا؟ یتسنہ: خراب ہوا، بگڑا، باسی ہوا، گلا سڑا، واحد مذکر غائب مضارع۔ ننشز: برابر کرنا، جوڑنا ہڈیوں کو باقاعدہ طور پر اپنی اپنی جگہ رکھ کر ڈھانچہ تیار کرنا۔ فصر: پس مانوس کرے، ہلا لے۔

تفسیر: اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرنے کے بعد اب اللہ جل جلالہ اپنے اختیار حقیقی کا اظہار فرماتا ہے کہ میں ہی مارنے والا، زندہ کرنے والا ہوں جس طریقہ سے چاہوں اس طریقہ سے اٹھاؤں یہ میرے ہی اختیار اور قدرت میں ہے کہ کوئی چیز سینکڑوں برس گزرنے کے بعد اپنی اصلی حالت میں ہو

اور عادت طبعی کے مطابق گل سڑ جائے اس کو اسی وقت اپنی قدرت کاملہ سے زندگی کے تمام لوازم کے ساتھ زندہ کر دوں اور اس کو دلائل و براہین کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کروں اور اس شخص کو جس پہ یہ دلائل و براہین پیش کئے جائیں خود اس کو بنی نوع انسان کے لئے ایک علامت اور نمونہ بنادوں۔ یہ واقعات زندگی اور موت کا قیام ہر ایک طریقہ پر ان منکروں پر قائم کروں جو میرے انبیاء کرام علیہم السلام سے جھگڑتے ہیں اور جب اس نے ان دلائل و براہین کو دیکھا تو اپنے اوپر گزرے ہوئے واقعات کو دیکھ کر پکار اٹھا کہ میں خوب جان گیا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت اور طاقت حق ہے اور اسی طرح مار کر زندگی عطا فرمانے کا عقیدہ حق ہے جیسا کہ ان آیات میں بیان کیا گیا، کسی منکر اور کافر کو اب بعد از موت کے ماننے میں کوئی گنجائش نہیں ہاں اگر پھر بھی وہ نہیں مانتا تو ایسا شخص جو دلائل و براہین کو تسلیم نہ کرے وہ ظالم ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو راہ ہدایت بھی نہیں دکھاتا۔

مفسرین کرام نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مناظرہ نمرود سے ہوا، اللہ تعالیٰ نے نمرود کو بادشاہی عطا فرمائی اور اس بادشاہت کے غرور میں وہ خدا کی ذات کا ہی انکار کر بیٹھا اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں سے الجھ گیا۔ چنانچہ اس مناظرہ کا اسی طرف اشارہ ہے اور دوسری آیت میں بعض مفسرین کے قول کے مطابق یہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے جو اس بستی پر گزرے تھے۔

تیسری آیہ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب لبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک واقعہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ اے محبوب ﷺ! آپ کو ابراہیم علیہ السلام کا وہ واقعہ یاد کرنا چاہئے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کی کہ اے اللہ جل جلالہ! مردوں کو کس طرح یعنی کس طریقہ پر تو زندہ فرمائے گا، یہ واقعہ عملی طور پر مجھے دکھادے۔ مجھے مردوں کے دوبارہ اٹھنے پر کامل و مکمل یقین ہے مگر میرے سامنے ان کے زندہ ہونے کو عملی طور ثابت فرما تاکہ مجھے عین الیقین حاصل ہو جائے اور اس عین الیقین کے ذریعہ قلبی اطمینان بھی حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے سامنے عملی طور پر اس واقعہ کا اظہار کرتے ہیں تاکہ تجھے عین الیقین حاصل ہو جائے فرمایا کہ چار مختلف پرندے لے لے اور ان کو (باقی صفحہ ۵۰ پر)

گذشتہ سے پیوستہ

شہہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشاہیر کی نظر میں

پرنسپل (ریٹائرڈ) الحاج صوفی مشتاق احمد صدیقی

میں غلامِ شہہ حجاز ہوا ساری دنیا سے بے نیاز ہوا
خاک ہو کر میں ان کے رستے میں دونوں عالم میں سرفراز ہوا
انسان کو جینے کا شعور آپ نے بخشا اللہ کا عرفان حضور آپ نے بخشا
ہر سمت جہالت کے اندھیرے تھے جہاں میں انساں کو تہذیب کا نور آپ نے بخشا

(راز کاشمیری نعت کائنات صفحہ ۷۳۰-۷۳۱)

جس کسی نے رسول گرامی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی نسبت غلامی کو خلوص ومحبت کی بنیاد پر استوار کیا وہ یقیناً دونوں جہانوں میں سرخرو وسرفراز ہوا

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

قرآن پاک کی آیت مبارک علامہ اقبال کے اس شعر کی صداقت پر گواہ ہے، ارشاد باری ہے

و من یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزاً عظیما (سورہ احزاب ۷۱)

جو شخص اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کرتا ہے تو اسے بہت بڑی کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ اس آیت پاک میں مسلمانوں کو دینی ودنیوی کامیابی وکامرانی نیز اخروی فلاح ودرجات کی نوید سنائی گئی ہے۔ خوش بخت ہے وہ انسان جو فاز فوزاً عظیما کا مستحق قرار پاتا ہے۔

رازؔ کاشمیری اپنے مدحیہ اشعار میں اس صداقت کا برملا اعلان کرتے ہیں کہ جس کسی کو شہہ حجاز صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حلقہ بگوشی کا شرف حاصل ہوتا ہے اسے دونوں جہانوں میں سرفرازی وسربلندی کے منصب عظیم کی سعادت میسر آتی ہے۔

دوسری رباعی میں وہ یوں رقمطراز ہیں کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے انسانوں کو مردِ مؤمن کی طرح جینے کا چلن سکھایا۔ آپ نے دنیا کے بے راہرو انسانوں کے سامنے اخلاق کریمانہ کا عملی نمونہ پیش کیا اور جہالت، ظلم واستبداد اور کفر وشرک کی تاریکیوں کو مٹا کر ایک ایسی تہذیب وتمدن کی داغ بیل ڈالی جس نے خدائے واحد کی حاکمیت کے نورانی چراغ سے دنیا کو منور وتاباں کیا۔ دنیا میں امن و آشتی، اخوت وبھائی چارے، راستی اور پاکیزگی کے چلن کو رواج دیا تا کہ دنیا کے ستم رسیدہ اور مظلوم لوگوں کے دکھ درد کا مداوا ہو سکے اور سسکتی انسانیت کی شفا کے لئے نسخہ کیمیا کا کردار ادا کر سکے۔

وہ خوش نصیب انسان جو اپنی انا کو اللہ جل مجدہ کے احکامات اور اس کے رسول معظم ومکرم ﷺ کی تعلیمات کے تابع کر دیتا ہے اسے خالق بزرگ وبرتر کی رضا حاصل ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں وہ دین ودنیا میں اجرِ عظیم کا مستحق ہو جاتا ہے اور جس تقدس مآب شخصیت کے کفش برداروں کی یہ شان ہو کہ رضائے الٰہی ان کا طرۂ امتیاز اور خداوند بزرگ وبرتر کی طرف سے انہیں اجر عظیم کی نعمت سے نوازنے کی خوشخبری دی گئی ہو وہ ذات گرامی خود عظمت وکمال کے کن بلند مراتب پر فائز ہوگی۔ خداوند بزرگ وبرتر قرآن حکیم میں اپنے پیارے محبوب ﷺ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہٖ و من اوفیٰ بما عٰھد علیہ اللہ فسیوتیہ اجراً عظیما (سورہ فتح ۱۰)

سورہ فتح کی آیہ ۱۸-۱۹ میں رب العزت یوں ارشاد فرماتے ہیں

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم و اثابھم فتحاً قریبا و مغانم کثیرۃ یا خذونھا و کان اللہ عزیزاً حکیما

ترجمہ: اے پیارے حبیب ﷺ جن لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی ہے اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، پس جس کسی نے اس بیعت سے روگردانی کی تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی جان پر ہوگا اور در حقیقت انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی ہے، جس نے اس عہد کی پاسداری کی جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا یقیناً وہ ذاتِ عالی اس کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

یقیناً اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا ان مؤمنوں سے جو درخت کے نیچے آپ کے دست مبارک پر بیعت کر رہے تھے۔ پس رب العزت نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا اور ان پر طمانیت قلب نازل فرمائی اور انعام کے طور انہیں یہ قریبی فتح بخشی اور بہت سی نعمتیں بھی عطا کیں جو وہ عنقریب حاصل کریں گے اور غور سے سنو کہ اللہ تعالیٰ سب سے زبردست اور بڑا حکمت والا ہے۔ مندرجہ بالا آیات کریمہ میں جس بیعت کا ذکر ہے تاریخ میں اسے بیعت رضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

یہ ذی قعد ۶ ہجری کا واقعہ ہے جب حضور سرور کائنات ﷺ چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کی نیت سے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے کیفیت یہ تھی کہ احرام باندھے، قربانی کے جانور ساتھ لئے، سامان حرب وضرب کے بغیر صرف ایک تلوار نیام میں ڈالے اللہ والوں کا یہ گروہ اللہ کے گھر کی زیارت کے لئے بصد ذوق وشوق مکہ مکرمہ کی طرف رواں دواں تھا کفار مکہ کو شک گذرا کہ مسلمان عمرہ کے بہانے مکہ معظمہ پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں لہٰذا انہوں نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کو کسی قیمت پر بھی مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔ حضور ﷺ نے کفار کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے پاس بطور سفیر بھیجا تاکہ ان کی تسلی ہو جائے کہ مسلمان خالصتاً طواف کعبہ کے لئے آئے ہیں۔ اسی اثناء میں کسی نے یہ افواہ اڑا دی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے یہ خبر مسلمانوں کے لئے بڑی اندوہناک تھی۔ چنانچہ کسی ممکنہ سانحہ سے نپٹنے کے لئے رسول گرامی مرتبت ﷺ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے اور صحابہ کرام کو بیعت کرنے کی دعوت دیتے رہے۔ غلامانِ رسول کریم ﷺ نے جب یہ ارشاد سنا تو وفور جذب وشوق سے دیوانہ وار دوڑ دوڑ کر حاضر ہوتے اور حضور سرور عالم ﷺ کے دست مبارک پر انتہائی عزم وہمت اور جاں سپاری کی قسم کھاتے ہوئے عہد کرتے تھے کہ تادم واپسیں رسول مقبول ﷺ کی راہ پر گامزن رہیں گے اور کبھی بھی اپنے عہد سے سرمو انحراف نہیں کریں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے یہ عہد وپیمان بے پناہ اشتیاق اور کامل رضا ورغبت کے ساتھ باندھا تھا اس لئے اسے بیعتِ رضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بیعت رضوان کے معانی میں صاحبان علم وفہم

کے لئے ایمان افروز حقائق مضمر ہیں اور وارفتگان عشق نبی ﷺ کے لئے طریقت کے ان گنت اسرار ورموز پوشیدہ ہیں جن میں محبت کی بے چینیاں اور عقیدت کی مٹھاس اور شیرینیاں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ صاحبان علم وفہم فرماتے ہیں کہ یہ بیعت بظاہر حضور نبی کریم ﷺ کے دست حق پرست پر ہو رہی ہے لیکن درحقیقت یہ دست خدا تھا جس پر بیعت ہوئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے یعنی حضور ﷺ کے ہاتھ کے اوپر اللہ جل جلالہ کا ہاتھ جلوہ فگن تھا۔

شمع نبوت ﷺ کے پروانے اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں "جب مرد مومن اپنی نفسانی خواہشات کو پائے استحقار سے ٹھکرا کر اپنے آپ کو تخلقوا باخلاق اللہ کے رنگ میں رنگ لیتا ہے تو اس کی کائنات ہی بدل جاتی ہے اس کے ہر بن مو سے اللہ کے حسین وجمیل رنگ کی سنہری اور روپہلی کرنیں پھوٹ کر نکلتی ہیں اور صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ کی صداقت پر گواہی دیتی ہیں، ہر خارج ہونے والی کرن اللہ جل جلالہ کی واحدانیت کی نورانی قوت سے دھڑکتی ہے اور یوں مرد مومن کا ہر عضو وہی عمل کرتا ہے جس میں خالق حقیقی کی رضا ہوتی ہے اسی لئے علامہ اقبال فرماتے ہیں

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ   غالب و کار آفریں، کار کشا، کار ساز

اس شعر میں سورہ فتح کی دسویں آیت ید اللہ فوق ایدیھم کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات علیہ التحیت والصلوت نے جب اپنے دست مبارک پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عہد لیا تو درحقیقت اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا کیونکہ رسول گرامی مرتبت ﷺ کی ذات پاک تخلقوا باخلاق اللہ کے اس درجہ کمال تک پہنچ چکی تھی کہ جہاں پر بقول صاحب "ضیاء القرآن" حضور پرنور ﷺ فنا فی الحق ہو کر بقا باللہ کے مقام پر فائز ہو چکے تھے۔ جب عبد مومن فنا و بقا کے مراحل کامیابی سے طے کر لیتا ہے تو اس کا ہر عضو غیر ارادی طور پر ہر وہ کام کرتا ہے جس میں اس کے خالق مہربان کی رضا ہوتی ہے۔ علامہ اقبال "اسرار خودی" میں مرد مومن کے اس روحانیت پرور اور ایمان فروز کردار کو بڑے ولولہ انگیز اور عقیدت آگیں انداز میں یوں

بیان کرتے ہیں

قلب را از صبغۃ اللہ رنگ دہ عشق را ناموس و نام ننگ دہ

در رضائش مرضی حق گم شود ایں سخن کے باور مردم شود

وہ مسلمانوں کو تلقین کرتے ہیں کہ اپنے اوپر دنیاوی رنگ و روغن کی چھاپ نہ لگاؤ کہ یہ رنگ پھیکے، ناپائیدار اور فانی ہوتے ہیں۔ اللہ کے رنگ بدرجہ کمال حسین و جمیل ہوتے ہیں جو مرد مومن اس رنگ میں اپنے آپ کو رنگ لیتا ہے وہ عشق الٰہی اور محبت رسول ﷺ کے مدارج احسن طریقہ سے طے کرتے ہوئے اپنے خالق و مالک کی رضا کو جیتنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ خوش بخت ہے وہ مرد حق شناس کہ رضائے الٰہی اس کی خوشنودی کی طلبگار رہتی ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ان جذبات کو ایک دوسرے رنگ میں یوں بیان فرماتے ہیں

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

قرآن پاک میں کئی مقامات پر راستبازوں اور صداقت شعاروں کو رضائے الٰہی کی خوشخبری سنائی گئی ہے ان خوش نصیبوں کے لئے قرآن پاک میں اللہ جل جلالہ یوں ارشاد فرماتے ہیں

قال اللہ ھذا یوم ینفع الصدقین صدقھم لھم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھآ ابدا رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ ذالک الفوز العظیم (سورہ مائدہ ۱۱۹)

آج کے دن (یوم الحساب) سچے بندوں کو ان کی سچائی اور راستبازی کا پھل ملے گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کے عوض انعام کے طور پر جنت کے باغات میں (کہ جن میں بہتی نہریں ماحول کو انتہائی خوشگوار اور پرکشش بنا رہی ہوں گی) ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پرسرور و پرطرب زندگی گزارنے کا شرف عطا فرمائے گا یہ نیک نہاد اور پاک طینت بندے عشق الٰہی اور محبت رسول ﷺ کے جذبہ سے سرشار جنت کی ابدی زندگی کی آسائشوں اور نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیک اور صداقت شعار بندوں پر یہ انعام اس حقیقت کی غمازی کرتی ہے کہ خداوند بزرگ و برتر اپنے ان پاکباز بندوں سے راضی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے یہ مقرب بندے رب کریم کی کرم گستری اور انعامات پر

حد درجہ راضی ہیں۔

حضور سرور عالمین خاتم النبیین شفیع المذنبین ﷺ کے نام لیواؤں کو رب العزت نے عز و شرف کا جو بلند مقام عطا فرمایا ہے اللہ جل جلالہ نے اسے بہت بڑی کامیابی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ مقام غور ہے جس آقا ﷺ کے غلاموں کو شرف انسانیت کا اعلیٰ مرتبہ عطا کیا گیا ہے اس آقا ﷺ کے عظمت مقام کو وہی ہستی کما حقہ جان سکتی ہے جو عظمت و رفعت کی خالق ہے جو عطا اور سخا کا داتا ہے جو اپنے کسی خاص بندے کو دینے پر آتا ہے تو اتنا دیتا ہے کہ انسانی فہم و ادراک اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

خارج از فہم بشر ہے عز و شان مصطفیٰ   جز خدا کوئی نہیں ہے رتبہ دان مصطفیٰ

یوں تو قرآن پاک میں جا بجا آقائے دو جہاں ﷺ کی عظمت و شان کا بیان ہے لیکن جس منفرد اور محبت انگیز انداز میں پارہ ۲ سورہ بقرہ آیہ ۱۴۴ میں ذکر کیا گیا ہے وہ یقیناً سرور دنیا و دیں رحمت للعالمین ﷺ کی شان کے شایان ہے، ارشاد رب العالمین ہے

قد نری تقلب و جھک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضٰھا فول و جھک شطر المسجد الحرام و حیث ما کنتم فولو وجوھکم شطرہ و ان الذین اوتو الکتاب لیعلمو انہ الحق من ربھم و ما اللہ لغافلٍ عما یعملون

اے پیارے محبوب (ﷺ) ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ بار بار آسمان کی طرف اپنا رخ انور (ملتجیانہ انداز میں) کر رہے ہیں (ہم ضرور آپ کی خواہش کو شرف پذیرائی بخشیں گے جو قبلہ آپ کو پسند ہے ہمیں بھی وہی پسند ہے) ہم ضرور نماز میں آپ کا رخ قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں یہ فرمانے کے بعد ارشاد ہوتا ہے لیجئے (انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئی ہیں) اب اپنا چہرہ مبارک پھیر لیجئے مسجد حرام کی طرف (نیز فرمایا) اے مسلمانو! تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیر لیا کرو۔ (اے حبیب پاک ﷺ) آپ کسی کے اعتراضات سے پریشان نہ ہوں (کیونکہ یہودیوں کی کتاب میں قبلہ کی تبدیلی کا ذکر موجود ہے) اہل کتاب یعنی یہودی جانتے ہیں کہ

یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے برحق ہے یقیناً اللہ پاک ان کیا دسیسہ کاریوں سے غافل نہیں ہیں۔

اس آیہ کریمہ میں رب ذوالجلال نے اسلام کی بنیادی اور اہم ترین عبادت یعنی نماز کی ادائیگی کے طریق کار (جو ابتدائے اسلام سے ایک خاص نہج پر ہو رہی تھی) پر اپنے پیارے رسول ﷺ کی پسند اور رضا کے پیشِ نظر قبلہ کا رخ بیت المقدس سے مسجد حرام کی طرف تبدیل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ تاریخ مذاہب میں یقیناً یہ اپنی نوعیت کا اہم واقعہ ہے جس سے نہ صرف مذاہب عالم کے مقابلہ میں اسلام کی عظمت اور حقانیت کا بول بالا ہوا بلکہ مسلمانوں میں احساس تفاخر پیدا ہوا اور انہوں نے تسلیم ورضا کا بے مثال مظاہرہ کرتے ہوئے اس ارشاد خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ اس کے برعکس مخالفینِ اسلام بالخصوص یہودیوں نے جب دیکھا کہ مسلمان اپنے نبی ﷺ کے جان نثار عاشق اور دین اسلام کے سرفروش پرستار ہیں تو انہوں نے یہ بات ذہن نشین کر لی کہ اس قوم کو نیچا دکھانا ممکن نہیں ہے۔

تحویل قبلہ کے بارے میں اللہ جل جلالہ کا حکم تاریخ انسانیت کا ایک درخشندہ باب ہے خداوند بزرگ وبرتر کے حکم سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے مکہ معظمہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہونے کے لئے جو پہلی عبادت گاہ تعمیر کی تھی وہ مسجد حرام تھی، اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر مکمل کی۔ دنیا کی اس پہلی عبادت گاہ کو دین اسلام کا مرکز ومحور قرار دے کر رب العزت نے دشمنانِ اسلام بالخصوص یہودیوں پر یہ حقیقت واضح کر دی کہ اب قیامت تک حق کے متلاشی مسجد حرام کی طرف منہ کر کے اللہ جل جلالہ کے حضور سر بسجود ہوتے رہیں گے۔

رب کعبہ کے اس تاریخ ساز حکم سے سسکتی ہوئی انسانیت نے سکھ کا سانس لیا۔ اللہ جل جلالہ کی اطاعت اور اس کے آخری نبی ﷺ کی فرمانبرداری نے عالم انسانیت کو ہزاروں خود ساختہ خداؤں کی عبادت سے نجات دلا کر ایک خدائے واحد بزرگ وبرتر کے آگے سجدہ ریز ہونے کا درس دیا اور یہ سب کچھ مالک حقیقی نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کی رضا کے لئے کیا (فلنولینک قبلۃ ترضھا)

حقیقت یہ ہے کہ رسول پاک ﷺ رضائے الٰہی کے اس بلند مقام پر پہنچ چکے تھے جو شرف

انسانیت کے معراج کی آخری حد تھی۔ وہاں محبوب کردگار رب کائنات سے انتہائی قریب ہو کر مصروف گفتگو ہوئے اس امر کی وضاحت شاہ نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے انتہائی فکر انگیز اور روح پرور انداز میں یوں کی ہے

"رب ذوالجلال کے ساتھ حضور ﷺ کا قرب کمال کو پہنچا حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک اپنے پیارے محبوب ﷺ کے ساتھ یوں محو تکلم ہوئے کہ درمیان میں ترجمان کا واسطہ نہ تھا۔ علماء کرام یہ بیان کرتے ہیں کہ شب اسریٰ آپ کو جو وحی فرمائی گئی وہ کئی قسم کے علوم پر مشتمل تھی۔

کچھ تو عوام کی ہدایت کے لئے علم شرائع واحکام الٰہی تھے کچھ خاص بندوں کی رہنمائی کے لئے معارف الٰہیہ تھے کچھ اخص الخواص کی تلقین کے لئے حقائق ونتائج علوم ذوقیہ تھے اور کچھ وہ اسرار ورموز الٰہیہ تھے جن کا تعلق اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول پاک ﷺ کے ساتھ مختص ہیں کہ کوئی دوسرا ان کا متحمل نہیں ہوسکتا" (کنزالایمان بحوالہ روح البیان صفحہ ۹۴۸)

اللہ پاک جل جلالہ نے اپنے برگزیدہ بندے کو شب اسریٰ جن عنایات اور نوازشات سے مشرف فرمایا ہے وہ تاریخ انسانیت بالخصوص تاریخ ادیان وملل کا ایک تابندہ باب ہے۔ علماء کرام اور صلحاء عظام نے رب ذوالجلال نے اس عظمت مآب بندے اور محبوب نبی ﷺ کی بلندی درجات اور علم وفضل کی جامعیت، وسعت وعمق اور لدنی حکمت ومعارج کا بیان رضاءِ الٰہی کے تناظر میں جس ایمان افروز اور دل پذیر انداز میں کیا ہے وہ یقیناً ستائش کے قابل ہے۔ اللہ جل جلالہ کے اس تقدس مآب بندے کی عظمت وجلالت پر رب ذوالجلال کی گواہی بلاشبہ مہر تصدیق ثبت کرتی ہے۔ اب ملاحظہ کیجئے آقا ومولیٰ کا ایک مداح اقبال اک مرد قلندر منصور حلاج کی زبان میں رسول مقبول ﷺ کی ذات ستودہ صفات کے متعلق کس فکر انگیز انداز میں وضاحت فرماتا ہے

پیش او گیتی جبیں فرسودہ است خویش را خود عبدہ فرمودہ است

عبدہ از فہم تو بالا تر است زانکہ او ہم آدم و ہم جوہر است

جوہر او نے عرب نے اعجم است آدم ہست و ہم ز آدم اقدم است

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر ما سراپا انتظار او منتظر

کس ز سر عبدہ آگاہ نیست عبدہ جز سر الا اللہ نیست

لا الہ تیغ و دم او عبدہ فاش تر خواہی بگو ہو عبدہ

عبدہ چند و چگون کائنات عبدہ راز درون کائنات

مدعا پیدا نگردد زیں دو بیت تا نہ بینی از مقام ما رمیت

نوٹ: کلمہ شہادت میں رب العزت نے اپنی الوہیت پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے بعد رسول گرامی منزلت ﷺ کی ذات پاک کی حقیقت اور عظمت پر گواہی دیتے ہوئے فرمایا جاتا ہے کہ (حضرت) محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ حضور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کو عبدیت کا ایک عظیم اور بے مثال شہکار قرار دیتے ہیں۔ اسی لئے ان کے مقامِ عبدیت کی وضاحت ایک سچے عاشق کی طرح پورے جذب وشوق اور وجد وکیف کے عالم میں کرتے ہوئے قلب نظر اور فکر وفہم کے لئے روحانی مدارج کے ارتقاء کا راستہ متعین کرتے ہیں، فرماتے ہیں

پیش او گیتی جبیں فرسودہ است خویش را خود عبدہ فرمودہ است

اس (رسول اکرم ﷺ) کے سامنے ساری کائنات نے عجز اور عقیدت کے ساتھ اپنی جبینِ نیاز جھکا رکھی ہے کیونکہ حضور ﷺ نے خود کو خدا کا خاص بندہ کہا ہے اور ظاہر ہے کہ خاص بندہ کائنات میں خاص عظمت وشان اور تمکنت ووقار کا مالک ہوتا ہے۔

عبدہ از فہم تو بالا تر است زانکہ او ہم آدم و ہم جوہر است

خدا کے خاص بندے کے مقام کی عظمت تیری سمجھ سے بالاتر ہے کیونکہ وہ انسان بھی ہے اور جوہر انسانیت بھی۔

جوہر او نے عرب نے اعجم است آدم است و ہم ز آدم اقدم است

اس کا جوہر (یعنی حقیقت) عربیت اور اعجمیت کی تمیز سے بالاتر ہے اگر چہ وہ بشر ہے لیکن آدم سے بہت قدیم ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اول ما خلق اللہ نوری و آدم بین الماء والطین یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا اس وقت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے یعنی تخلیق کے مرحلہ میں داخل نہیں ہوئے تھے۔

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر ما سراپا انتظار او منتظر

یاد رکھو ایک عام انسان اور خاص بندے میں بڑا فرق ہے ایک عام انسان اللہ کے دیدار کا متمنی ہوتا ہے مگر خدا اپنے خاص بندے کا منتظر ہوتا ہے (شب معراج اللہ جل جلالہ نے رسول محترم ﷺ کو اپنے قریب بلا کر یہ ثابت کر دیا کہ وہ خود اپنے حبیب ﷺ سے ملاقات کے منتظر تھے)۔

کس ز سر عبدہ آگاہ نیست عبدہ جز سر الا اللہ نیست

کوئی انسان بھی خدا کے بندہ خاص کے راز سے واقف نہیں کیونکہ یہ بندہ خاص اللہ جل جلالہ کے بھید کے سوا کچھ بھی نہیں، اس کی حقیقت کو اس کا خالق ہی بہتر جان سکتا ہے۔

لا الہ تیغ و دم او عبدہ فاش تر خواہی بگو ہو عبدہ

لا الہ تلوار ہے اور عبدہ (خدا کا خاص بندہ) اس تلوار کی دھار ہے اگر تو واضح حقیقت چاہتا ہے تو پھر تو اسے "ھو" کہہ دے۔

عبدہ چند و چگون کائنات عبدہ راز درون کائنات

خدا یا یہ خاص بندے کائنات کی اصل حقیقت بلکہ کائنات کے رازِ دروں کا امین ہے۔

مدعا پیدا نگردد زیں دو بیت تا نہ بینی از مقام ما رمیت

ان دو چار اشعار سے مطلب و مدعا واضح نہیں ہو سکتا جب تک تو صاحب ما رمیت کے مقام کی عظمت کا صحیح ادراک نہ کر لے۔

علامہ اقبال مرد مومن کے مرتبہ اور مقام کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے

بندے کا ہر عمل رضاء الٰہی کا تابع ہو جاتا ہے۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا، کھانا پینا، غرضیکہ گفتار اور کردار کی ہر نہج اور ہر قرینہ مشیتِ الٰہی سے ہم آہنگ ہو کر خدا کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے یعنی ہر فعل پر اپنا اختیار باقی نہیں رہتا بلکہ

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

کے مصداق اس کے افعال میں خدائی صفات کا عکس نظر آنے لگتا ہے۔ علامہ اقبال کے آخری شعر میں جس آیہ کریمہ کا ذکر کیا گیا ہے اس کا تعلق غزوہ بدر سے ہے جب مسلمانوں پر سخت آزمائش کا وقت تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھوک، پیاس، خشک ولق ودق صحرا میں پانی کی نایافتگی، دشمن کی کثرت، سامان حرب کی انتہائی قلت کی وجہ سے پریشان تھے سرکار دو عالم ﷺ نے جب مسلمانوں کی اس تشویش کی طرف توجہ فرمائی تو اللہ جل جلالہ سے مدد کی التجا کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مینہ بھیجا، پانی کی قلت دور ہو گئی۔ پھر حضور ﷺ نے ریت کی مٹھی بھر کر کفار کی طرف پھینکی جس سے کفار کی بصارت مفلوج ہو کر رہ گئی وہ مسلمانوں کے بھرپور حملوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور انہیں شکست فاش ہوئی۔

کچھ اسی قسم کے پریشان کن لمحات جنگ حنین کے موقع پر بھی پیش آئے جب چند نو مسلم اچانک تیروں کی بارش سے بوکھلا کر بھاگ اٹھے۔ رسول اکرام ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ بآواز بلند اصحاب سمرہ کو بلائیں۔ آواز سنتے ہی وہ واپس لوٹ آئے اس طرح اللہ پاک نے مسلمانوں کے دل مضبوط کر دیئے انہوں نے ڈٹ کر کفار کا مقابلہ کیا۔ اسی اثناء میں حضور ﷺ نے مٹھی میں خاک اٹھا کر کفار کے منہ پر دے ماری۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کفار میں کوئی شخص بھی ایسا نہ بچا جس کی آنکھیں خاک سے نہ بھر گئی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''قسم ہے محمد کے رب کی، کافروں نے شکست پائی''۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، کافروں کا زور ٹوٹ گیا، ان کی تدبیریں الٹ گئیں اور انہیں ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا۔ (صحیح مسلم شریف، باب غزوہ حنین حدیث از عباس بن عبدالمطلب و ایاس بن سلمہ)

ایک مغربی مفکر کونستان ورژیل جارج اپنی کتاب ”پیغمبر اسلام“ مطبوعہ شمع بک ایجنسی کراچی صفحہ ۳۶۲ پر یوں رقم طراز ہیں

”ذی قعدہ ۶ ہجری جب حضور ﷺ تقریباً چودہ پندرہ سو صحابیوں کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کی نیت سے عازم مکہ ہوئے جب آپ مکہ مکرمہ سے ۱۱ کلومیٹر دور حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو حضور ﷺ کا اونٹ زمین پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا یعنی آگے جانے سے انکار کر دیا۔ آپ اونٹ سے اتر پڑے اور صحابہ سے فرمایا کہ اللہ چاہتا ہے کہ ہم یہیں ٹھہر جائیں۔ صحابہ چاہتے تھے کہ ہم جب مکہ معظمہ کے دروازہ پر پہنچیں گے تو ٹھہرنے کا حکم ملے گا۔ بہر کیف راضی برضاء الٰہی انہیں حکم خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا اور اسی مقام پر خیمہ زن ہو گئے۔ مسلمانوں نے عرض کیا یہاں پانی دستیاب نہیں ہے۔ پانی کے بغیر کیسے گذارا ہوگا؟ حضرت محمد ﷺ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر خدا سے پانی کی التجا کی۔ حضور ﷺ نے جیسے ہی دعا ختم کی ایک شخص نے جو کنواں کھودنے میں مہارت رکھتا تھا عرض کیا آپ کے قدموں کے نیچے پانی ہے جب زمین کھودی گئی تو وافر مقدار میں پانی دستیاب ہوا۔ ”فتح الباری“ کے بیان کے مطابق جو گڑھا سوکھا ہوا تھا اس میں آپ نے ایک تیر گاڑ دیا جس کی وجہ سے پانی جاری ہو گیا بے آب و گیاہ زمین سے چشمے کا پھوٹ پڑنا حضور ﷺ کے فیضان نظر کا نتیجہ تھا۔

صحیح مسلم شریف کتاب الجہاد والسیر میں جنگ خیبر کے بارے میں سلمہ ابن اکوع سے روایت ہے کہ جب خیبر کے بادشاہ مرحب نے مسلمانوں کو قلعہ خیبر کے قریب خیمہ زن دیکھا تو وہ مسلح ہو کر قلعہ سے باہر نکلا اور مسلمانوں کو للکار کر مقابلے کے لئے بلایا۔ سلمہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی طرف سے میرے چچا عامر مقابلے کے لئے آگے بڑھے۔ دونوں نے ایک دوسرے پر ایک ایک وار کیا مرحب کی تلوار کا وار میرے چچا نے ڈھال پر روکا اور نیچے سے مرحب پر وار کیا۔ بدقسمتی سے وہ وار مرحب کی بجائے اپنی شاہ رگ پر آ لگا اور عامر شہید ہو گئے۔ حضرت سلمہ فرماتے ہیں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مرحب کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس بھیجا۔ ان دنوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ میں انہیں پکڑ کر حضور ﷺ

کے پاس لایا حضور ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا۔ اللہ کے حکم سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی آنکھیں فوراً ٹھیک ہو گئیں۔ آپ نے علم ان کے سپرد کیا اور مرحب سے نبرد آزما ہونے کے لئے ارشاد فرمایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نشان لہراتے ہوئے مرحب کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھے مقابلہ کے دوران حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے مرحب پر ایک بھرپور وار کیا جسے وہ نہ بچا سکا اور قتل ہو گیا اور یوں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ یہ حضور ﷺ کے دہن مبارک کی کرامت تھی جس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بصارت کو وہ روشنی اور چمک عطا فرمائی جس نے مرحب جیسے مشہور و معروف جنگجو کو ایک ہی وار میں فی النار والسقر کر دیا۔

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ تقریباً تین سو ساتھیوں کے ساتھ مقام زوراء میں فروکش تھے۔ اصحاب رسول ﷺ کو پانی کی سخت طلب تھی۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس برتن لایا گیا، آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس برتن میں رکھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دیکھا کہ آقا کی انگلیوں سے پانی دریا کی طرح جوش مار کر نکلنے لگا۔ پس قوم نے وضو کیا حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ کتنے حضرات تھے، انہوں نے جواب دیا کہ ہم تین سو یا اس سے کچھ زیادہ تھے۔ یہ تھی سردار مرسلین ﷺ کے دست مبارک کی کرامت جو آقا ﷺ کو ان کے رب مہربان نے عطا فرمائی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مکہ کے لوگوں نے آپ ﷺ سے دعوۂ نبوت کے حق میں کسی نشانی کا مطالبہ کیا۔ اس ضمن میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث شریف ان الفاظ میں بخاری شریف میں مذکور ہے

عن انس قال سال اھل مکۃ ان یراھم ایۃ فاراھم انشقاق القمر

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے کہ مکہ والوں نے حضور اکرم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی نبوت کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے کوئی نشانی دکھائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب ﷺ نے (انگلی کے اشارے سے) چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیئے۔ یہ تھی حضرت سرکار دو عالم ﷺ کے ہاتھ مبارک کی طاقت جو اللہ جل جلالہ نے اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمائی تھی تا کہ وہ کفار کے

سامنے سرخرو ہو جائیں۔ علامہ اقبال ''اسرارِ خودی'' میں فرماتے ہیں

پنجہ او پنجہ حق می شود ماہ از انگشت او شق می شود

حضور اکرم ﷺ کو رضاء الہی کے معزز و محترم مقام پر عدیم المثال سربلندی حاصل تھی۔ اس لئے آقا ﷺ کا ہر فعل رضائے الہی کا مظہر ہوتا تھا۔ کائنات کی کوئی چیز بھی ان کے حکم سے سرتابی کی جرأت نہیں کرسکتی تھی۔ وہ جو کام بھی کرنا چاہتے تھے بحکم خدا بآسانی کر گزرتے تھے۔ سورہ النجم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے و ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ حضور رسالت مآب ﷺ اپنی خواہش کے تحت تکلم نہ فرماتے تھے بلکہ آپ وہی کچھ ارشاد فرماتے جو مولائے رحیم و کریم کی طرف سے آپ پر وحی کی جاتی، شان مصطفیٰ ﷺ کا اندازہ فرمایئے

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

یہ حضور انور ﷺ کا منفرد اعزاز تھا کہ اللہ پاک نے آپ ﷺ کی زبان مبارک کو وہ شرف بخشا جو خاص الخاص مقربین کو عطا کیا جاتا ہے۔ اعلیٰحضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی عظمت کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے

لم یات نظیرک فی نظرٍ مثل تو نہ شد پیدا جاناں

یعنی اے آقا، اے محبوب رب العالمین، اے سرتاجِ خوبانِ عالم (ﷺ) ! چشم بینا کو تلاش بسیار کے باوجود آپ جیسی دوسری ہستی کائنات میں نظر نہیں آئی اور نظر بھی کیونکر آتی حقیقت یہ ہے کہ خالق کائنات نے آپ کی مانند دوسری ہستی پیدا ہی نہیں کی۔

حضور ﷺ کے اعضاء مبارک سرتا بہ قدم دلبری اور دلربائی کا نادر نمونہ تھے حسن و جمال کے ساتھ ہی ساتھ اللہ پاک نے ان کو معجزنما طاقتوں سے نوازا تھا۔

Why did they become Muslims وقف اخلاص پبلی کیشنز استنبول ترکی کے صفحہ ۱۳۳ پر حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کے عنوان سے اشعار لکھے ہیں جن میں اعضاء مبارک کی تعریف کرتے ہوئے شاعر بیان کرتا ہے۔ (یہاں پر چند اشعار کا اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں)

آپ کے اعضاء پاک، تھے بڑے عظمت مآب تخلیق کی بنا پہ قوی تھے بہت اعصاب

آقا و مولیٰ کے تھے سب کے سب اعضاء پاک آیت قراں کی طرح خوبصورت تابناک

ہاتھ کی ہتھیلیاں تھیں شاہ کی بے حد حسیں تھیں کشادہ نازنیں و دلفریب و دل نشیں

آپ کے پائے مبارک تھے بڑے ہی دل ربا تھی گلاب تازہ جیسی ان کی خوشبو روح فزا

صاحبان نکتہ رس فرماتے تھے یوں برملا دست پاک مصطفیٰ لاریب تھا معجز نما

حضور اکرم ﷺ کے پائے مبارک کو شب اسریٰ جو غیر معمولی عظمت نصیب ہوئی وہ کسی دوسری ہستی کو نصیب نہ ہو سکی۔ نفیسؔ فتحپوری نے حضور اقدس ﷺ کے نقش کفِ پاء کو جتنے خوبصورت دلکش اور منفرد الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے وہ یقیناً لائق تحسین و آفرین ہے

یہ ماہتاب یہ خورشید کتنے روشن ہیں بنے ہیں لعل و زمرد کے یا زبر جد کے

نہیں نہیں شب اسریٰ کی روشنی کی قسم مٹے مٹے سے ہیں یہ نقش پا محمد کے

نفیس صاحب کے اشعار میں نہ صرف الفاظ کی نفاست جلوہ فرما ہے بلکہ تخیل کی لطافت، تشبیہات و استعارات کی صباحت، ملاحت، محبت کی ولولہ انگیز چاہت اور عقیدت کی تڑپ مچلتی دکھائی دیتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں شب اسریٰ جب حضور ﷺ فضاء آسمانی کو عبور کر کے سدرۃ المنتہیٰ کی جانب محو پرواز ہوئے تو راستے میں فضاء بسیط پر اپنے قدموں کے نشان چھوڑے گئے، یہ نشان جب مرور ایام کے ساتھ پھیکے پڑتے گئے تو انہوں نے ستاروں، سیاروں اور چاند اور سورج کا روپ دھار لیا۔ راقم نے حضور ﷺ کے قدوم میمنت لزوم کی عظمت اور بلندی مرتبت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے یوں عرض کیا ہے

آقا میرا ہے منبع نور و تجلیات مولیٰ میرے کا عکس جبیں حسن کائنات

ذرہ کہاں ہے رفعت افلاک ہے کہاں آقا میرے کی گرد کف پا ہے کہکشاں

تو شاہ حسن ہے میرے مولائے محتشم ہیں نقش قدم سے ترے افلاک محترم

افلاک وعرش ولوح و قلم سب تیرے غلام تو عشق و معرفت کا بلا ریب ہے امام

حضور ﷺ کے پائے مبارک کی عظمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جانا چاہیے کہ ان کے قدموں کی دھول سے ربِ کائنات نے کہکشاں کی تخلیق فرمائی کائنات کے اندر حسن و جمال کی جتنی دلکشی و دلربائی پائی جاتی ہے وہ میرے آقا ﷺ کی جبیں پر تمکین کی نورانیت اور جلوہ سامانیوں کا ایک عکس ہے۔ میرے آقا ﷺ معرفت الٰہی کے ظاہری اور مخفی اسرار کے امین ہیں اور عشق الٰہی کے نقیب ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ رازدارانِ اسرار و رموز الٰہیہ اور نقیبانِ عشق خداوند ذوالجلال کے امام ہیں۔ اس لحاظ سے کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ افلاک، عرش، لوح و قلم سب حضور ﷺ کے غلام ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کہ جنہیں حدیث پاک میں شہہ لولاک (ﷺ) کے معزز لقب سے نوازا گیا ہے یقیناً خلاق جہاں جل جلالہ کے ایک نادر روزگار شہکار تھے، ایسا شہکار جو یتیمی کی گود میں پروان چڑھا ربِ کائنات نے ان کے سر پر "ورفعنا لک ذکرک" کا تاج پہنا کر سرِ عرشِ بریں ملاقات کا شرف بخشا اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو خدائے واحد کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کی تعلیم کے اسرار و رموز سکھائے

جس طرح بے مثل ہے محمود رب ذوالجلال ہے حبیب اس کا جہاں میں بے نظیر و بے مثال

آقائے کائنات ﷺ کا ہر عضو مبارک سید دنیا و دیں کی مانند بے مثل و بے نظیر ہے۔ گذشتہ صفحات میں اس حقیقت کی وضاحت کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن یہ وضاحت یقیناً تشنہ ہوگی کیونکہ حضور ﷺ کے حسن اندام، جمال اعضاء اور شوکت جوارح کا کما حقہ ادراک فہم انسان سے بالاتر ہے۔ اس کا حقیقی ادراک تو بس وہی کر سکتا ہے جس اس شہکار تخلیق کا خالق ہے۔ حضور ﷺ کا ایک غلام منظور الحق مخدوم نے آقا ﷺ کے سراپا کا نقشہ اپنے قلم کو عقیدت اور محبت کے سمندر میں ڈبو کر جو ہیرے، جواہرات اور موتی چنے ہیں) انہیں ایک مالا کی شکل میں نعت کا لبادہ پہنایا ہے۔ ملاحظہ کیجئے اشعار میں تخیل کی عظمت الفاظ کی فراوانی، جذب و شوق کی رفعت، کیف و سرور کی نزہت، دلکشی اور دلربائی کا خزینہ اور اسلوب نگارش کا دلفریب قرینہ دامن دل کو بے ساختہ کھینچتا ہے۔ (نعت کائنات صفحہ ۲۱۳)

اے صاحب لولاک لما ، غایت تخلیق ہے صبح ازل تیری تجلی سے ضیاء بار
اور شام ابد ہے ترے انوار سے روشن واللیل ہیں گیسو ترے والشمس ہیں رخسار
صورت سے ہویدا ہے مصور کی جلالت سیرت تری صورت گر تقدیس خدا
منشائے قیامت ہے ترا جلوۂ قامت قد ہے کہ تخیل کی بلندی سے ورا ہے
گردن کہ سرافگندہ ہے گردوں کی بلندی سر تیرا سر عرش معلی ہے سر افراز
آنکھوں میں سرا پردہ اسرار کے جلوہ گویائی میں گویا ہیں مسیحائی کے اعجاز
سینہ تیرا گنجینۂ اسرار و معارف لب دشمن جاں کے لئے لبریز دعا ہے
وہ حسن تکلم کہ رواں کوثر و تسنیم باتوں کی لطافت ہے کہ جنت کی ہوا ہے
دیدار ہے ہر کلفت ہستی کا مداوا ماتھا ہے کہ دنیا کی بدلتی ہوئی تقدیر
پنہاں ترے ہر بول میں انمول خزانہ اسوہ تیرا قرآن مکرم کی ہے تفسیر
ہر لفظ ہے تسکین دل و جان کا ساماں گفتار کا لہجہ ہے کہ رفتار صبا ہے
سوچیں تو "وما ینطق" اک راز ہے جیسے کوئی تری آواز کے پردے میں چھپا ہے
ہر مانگ جہاں کی ہو تری مانگ سے پوری جس شے کی ہو انساں کو تمنا وہ بہم ہے
آسائش دو کون ترا سایہ گیسو ہر جادہ تہذیب تری زلف کا خم ہے
تکوین کا باعث ہے تری ذات مقدس یہ جلوہ صد رنگ تری ضو کے سبب ہے
فرمان خدا ہے ترے ابرو کا اشارہ تقدیر کہیں جس کو تری جنبش لب ہے
حرمین کی عزت تیرے نقش کف پا سے جنتین کی عظمت تیرا فیضان نظر ہے
دارین میں چلتا ہے ترے نام کا سکہ کونین کے اس پار تری گرد سفر ہے
جو بات تری ذات سے منسوب وہ حکمت جو کام ترے نام سے وابستہ وہ معیار
جو فعل ترے امر کے تابع، وہ اطاعت ہے کفر، ذرا سا بھی ترے حکم کا انکار
ایمان تری ذات سے اظہار محبت اسلام ترے حکم پہ خم ہو سر تسلیم
قرآن قصیدہ ہے تری شان کا آقا عرفان کا زینہ ہے ترے نام کی تعظیم
ہے روح معیشت ترا پیغام مساوات اور جانِ تمدن ترا سرمایہ تہذیب

اقوام کو اسلام کی وحدت میں سمویا اجسام میں جیسا کہ عناصر کی ہے ترکیب
بخشش کا وہ انداز کہ دشمن بھی پر امید مرحمت کی گھٹا سایۂ دامان کرم ہے

رتبے کی بلندی پہ تخیل سے آگے ادراک سے مافوق ترا جاہ و حشم ہے
صدیق ترا مطلع دیوان رسالت فاروق ترے نخل تمنا کا ثمر ہے

عثمان ہے پہچان تری شان غنا کی حیدر تری تطہیر کا تابندہ گہر ہے
اے خواجہ گیہاں، تیری توصیف کا صدقہ مل جائے قلم کو مرے اسلوب نگارش

نادار پہ عصیا کا بہت بار ہے آقا محشر میں مری کیجئے للہ سفارش

آخر میں اکرم کلیم کا ایک مثلث ملاحظہ فرمائیں جس میں حضور ﷺ کے ساتھ محبت کا ولولہ، عقیدت کی تڑپ، جبینِ نیاز میں جبہ سائی کی بے چین تمنا کا اظہار انتہائی پر کیف اور مسرت آفریں لہجے میں رقم کرتے ہیں

کاش اذن سجود مل جائے
مضطرب ہے مری جبینِ نیاز
یا نبی ترے سنگ در کے لئے

اے خدا نازل تو فرما دے محمد پر سلام
اور پیارے مصطفیٰ کی آل پر بھی سلام
جیسے ابراہیم پر نازل کیا تو نے درود
اور خلیل اللہ کی اولاد پر اپنا درود

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

پروفیسر محمد منظور علی شیخ

زندگی ہے اسم اطہر پر فدا ہونے کا نام
ورد ہے میرا سدا صل علیٰ خیر الانام
ہر متاع زندگی کو ہے فنا انجام کار
بس نبیؐ کا عشق ہی پائے گا آخر کو دوام
ماند یکسر پڑ گئے دانشوروں کے فلسفے
جب کیا غار حرا سے ہادی حق نے کلام
ان کے فیض ہم نشینی کی کرامت ہے عجب
بن گئے صحرا نشیں بھی پوری دنیا کے امام
وہ ہوا شاہوں کا شاہ اور رہبروں کا رہنما
جو درِ ختم رسل کا بن گیا ادنیٰ غلام
ہو گئے سب اہل ایماں کامیاب و با مراد
جب عطا ان کو ہوا اک احسن و اکمل نظام
لوگ کیا جانیں بلندی آسمانوں کی بھلا
ان سے اونچا ہے نقوش پائے احمد کا مقام
کر سکا کوئی ادا کب مدح پیغمبر کا حق
حرف سارے بس ہوئے اور ہمتیں ساری تمام
ہے تمنا ایک ہی منظورؔ کی یا مصطفیٰ
پاس روضے کے کھڑا پڑھتا رہے ہر دم سلام

معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سید محمد انور شاہ قادری
لائبریرین گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر ۱ پشاور شہر

قرآن مجید اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حقیقت کی شاہد ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام کو معجزے عطا فرمائے۔ ان معجزات کی حقیقت، ماہیت اور اصل غرض وغایت تو رب تعالیٰ خود جانتا ہے یا اس کے انبیاء کرام آگاہ ہوں گے، اہلِ فکر ونظر نے اپنی دانست واستطاعت کے مطابق اس کے اسرار پر اظہار خیال کرتے ہوئے یہ حکمت بیان کی ہے کہ ہر نبی کو اپنے عہد، اپنے زمانہ اور اپنے علاقہ کے حوالے سے معجزات سے نوازا گیا (ڈاکٹر محمد طاہر القادری، سیرۃ الرسول، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۰ء جلد ۹ صفحہ ۶۵۴)

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر دور کے تقاضوں اور انسانیت کی ذہنی وفکری سطح کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے انبیاء کرام کو ایسے معجزات ودیعت فرمائے جن سے ان کی امتیں عاجز آگئیں اور انبیاء کی عظمت ورفعت کھل کر ان کے سامنے آگئی اور وہ اپنا کمال بھول کر انبیاء کرام کے سامنے سرنیاز خم کرنے پر مجبور ہوگئیں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ عصا پر غور فرمائیں

اس زمانہ میں جادو کا بڑا چرچا تھا اور لوگ جادو کی طاقت پر بڑا یقین رکھتے تھے جس کے توڑ کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصاء کے معجزے سے نوازا جس کا ذکر قرآن میں یوں آتا ہے۔ فالقی عصاہ فاذاھی ثعبان مبین (الاعراف ۷:۱۰۸)

ترجمہ: تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا وہ فوراً ایک ظاہر اژدہا بن گیا۔

چنانچہ فرعون جب اپنے جادوگروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں لایا اور انہوں نے جادو کے زور سے مصنوعی سانپ میدان میں چھوڑ دیئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈالا تو وہ اچانک پھنکارتا ہوا اژدہا بن گیا اور اس نے تمام سانپوں کو نگل کیا، یہ صورتحال دیکھ کر

جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں طب کی بڑی شہرت تھی اس عہد کے اطباء اور طبیب درست تشخیص اور تیر بہدف علاج کے لئے بڑے مشہور تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیحا بنا کر بھیجا وہ اندھوں کو بینائی عطا کرتے، کوڑھیوں کو تندرست کردیتے یہاں تک کہ مردوں کو زندہ کردیتے جس کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ میں آیا ہے

و تبری الاکمه و الابرص باذنی و اذ تخرج الموتیٰ باذنی (المائدہ ۵: ۱۱۰)

ترجمہ: اور آپ مادرزاد اندھے اور سینہ داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتے اور جب آپ میرے حکم سے مردوں کو زندہ نکالتے۔

ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ معجزات کا ظہور اپنے عہد کے مخصوص معاشرتی ماحول کے پس منظر کو اجاگر کرتے ہیں اور انسانی نفسیات کے مطابق عقل پر پڑے ہوئے لاعلمی اور جہالت کے قفل کھولتے ہیں نیز یہ حقیقت بھی ثابت ہوتی ہے کہ ہر نبی اپنے وقت کے کمال سے آگے ہوتا ہے اور نبی کی امت جس کمال پر فائز ہوتی ہے ان کا نبی اس پر بھی حاوی ہوتا ہے۔ (ایضاً ڈاکٹر طاہر القادری، صفحہ ۶۵۴)

اب اس پس منظر کو مدنظر رکھتے ہوئے پیارے محبوب، خاتم النبیین، رحمت للعالمین جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے معجزہ معراج کی طرف توجہ مبذول فرمائیں چونکہ حضور ﷺ کا عہد نبوت قیامت تک ہے اس دور میں سائنس نے جو ترقی کی اسے دیکھ کر انسان ورطہ حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ اسی زمانے میں سفر کے لئے تیز رفتار سواریاں (گاڑیاں اور طیارے) ایجاد ہوئے، انسان نے خلائی سفر کا آغاز کرتے ہوئے چاند پر قدم رکھا اور ابھی انسانی ترقی کے ارتقائی مراحل جاری ہیں اور مزید کیا کچھ ہونے والا ہے یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ یہ سب کچھ پہلے سے ہی اچھی طرح جانتا تھا اور جو کچھ مستقبل میں ہوگا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو معراج جیسے ہمہ گیر و ہمہ جہت معجزے سے سرفراز فرمایا اور آپ ﷺ کو زمان ومکان کی وسعتوں اور بلندیوں سے ماوریٰ عرش معلیٰ اور اس

مقام قرب پر فائز فرمایا جس کا تصور بھی عقل انسانی میں نہیں آ سکتا۔ اس عظیم الشان معجزے کی عظمت ورفعت میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید اضافہ ہوگا اور نئے نئے کائناتی انکشافات سامنے آ کر معجزہ معراج کی حقانیت کی گواہی دیتے رہیں گے۔ (ایضاً ڈاکٹر محمد طاہر القادری، صفحہ ۶۵۴-۶۵۵)

کیا خوب فرمایا ہے ایک شاعر نے

سمجھا نہ کوئی رفعت معراج مصطفیٰ انسان حیرتوں کے ابھی تک سفر میں ہے

مشہور روایت کے مطابق رجب المرجب کی ستائیسویں رات کو حضور ﷺ کو معراج ہوا۔[1] قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معراج النبی ﷺ تین مراحل پر مشتمل تھا، پہلا مرحلہ اسریٰ، دوسرا معراج اور تیسرا اعراج کہلاتا ہے[2]

پہلے مرحلہ کا ذکر سورہ بنی اسرائیل اور احادیث نبویہ میں واضح طور پر آیا ہے، دوسرے مرحلہ کا ذکر احادیث میں تفصیل سے ہوا ہے اور تیسرے مرحلہ کا ذکر اشارات وکنایات میں سورۂ نجم میں ہوا ہے اور عارفینِ امت محمدیہ ﷺ نے بھی اس پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ تمام واقعات سیرت النبی ﷺ کی مستند کتابوں سے یہاں پیش کیے جا رہے ہیں:

رہبر کائنات معلم انسانیت جناب رسول کریم ﷺ رات کو اپنی چچازاد بہن حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر آرام فرما رہے تھے کہ جبرئیل امین حاضر خدمت ہوئے اور آپ ﷺ کو نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ نیند سے بیدار کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو ملاقات کے لئے بلایا ہے۔ یہ براق[3] حاضرِ خدمت ہے اس پر بیٹھیں اور میرے ساتھ تشریف لے

۱: پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۱۴۱۵ھ صفحہ ۴۸۰)

۲: امیر حسن سنجری، فوائد الفواد، ملفوظاتِ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اردو ترجمہ پروفیسر محمد سرور علی، علماء اکیڈمی لاہور صفحہ ۳۹۰)

۳: براق: یہ برق سے بنا ہے، جس کے معنی روشنی کے شعاؤں کے ہیں، اس لحاظ سے اس کی تیز رفتاری کا اندازہ کیا جا سکتا ہے (شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۲۹۳)

چلیں چنانچہ پیارے محبوب ﷺ جب اس براق۱ پر سوار ہونے لگے اور پاؤں مبارک رکاب میں رکھنے لگے تو براق شوخی کرنے لگا کہ آج فخر موجودات ﷺ اس پر سوار ہو رہے تھے اس سعادت سے بہرہ مندہ ہونے کی خوشی ومسرت کے احساس سے وہ وجد میں آ کر رقص کرنے لگا تو جبرئیل امین نے اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا اے براق! ٹھہر جا تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی عزت وجلال کی قسم حضور ﷺ سے بزرگ تر ہستی آج تک تم پر سوار نہیں ہوئی ۲۔

حضرت جبرئیل امین کے یہ بصیرت افروز کلمات سن کر وہ ہوش میں آ گیا اور عجز وانکساری کا اظہار کرتے ہوئے زمین پر بیٹھ گیا۔ پیارے محبوب ﷺ نہایت سکون واطمینان سے اس پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پیچھے سوار ہو کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے ۳۔ اس براق کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں نگاہ پڑتی تھی وہاں براق کا قدم ہوتا تھا ۴ اور براق کی ایسی تیز رفتاری کا عرف وعادت میں رواج نہیں ہے یہ دنیا کے لئے نبی کریم ﷺ کے معجزے کا اظہار تھا ۵۔ اس مقدس سفر کے دوران حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ایماء پر پیارے محبوب ﷺ نخلستان یثرب ۶ (مدینہ منورہ) اور مدین ۷ کے مقام پر اترے اور دو دو رکعت نوافل ادا فرمائے نیز راستہ میں آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر انور پر سے گزرے تو ملاحظہ فرمایا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا اشھد انک رسول اللہ (میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں) ۸

۱: اس براق کا نام جارود تھا، یہ سفید رنگ کا چوپایہ تھا (محمد ہاشم ٹھٹھوی، سیرۃ الانبیاء صفحہ ۱۲۸)

۲: عبدالحق، مدارج النبوۃ اردو ترجمہ غلام الدین نعیمی، ادبی دنیا دہلی، ۱۹۹۷ء جلد ا صفحہ ۲۸۷)

۳: ایضاً صفحہ ۲۹۲

۴-۵: ایضاً عبدالحق، صفحہ ۲۹۳

۶: نخلستان یثرب: یہاں بعد میں ہجرت کر کے حضور ﷺ تشریف لائے اور اس کا نام مدینہ منورہ ٹھہرا۔

۷-۸: مدین: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جاء ولادت ہے (عبدالحق صفحہ ۲۸۴)

جب آپ ﷺ بیت المقدس پہنچے تو دروازے کے باہر براق کو ایک حلقہ سے باندھا اور خود مسجد کے اندر تشریف لے گئے، یہ دروازہ باب محمد ﷺ کہلاتا ہے۔ مسجد میں داخلہ کے بعد آپ نے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا فرمائے اور دیکھا تو پوری مسجد حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہے، صفیں باندھے ہوئے سب نے آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام عرض کیا اور آپ ﷺ کی افضلیت کا اعتراف کیا۔ اس کے بعد اذان کہی گئی اور نماز کے لئے اقامت ہوئی تو آپ ﷺ کو آگے امام بنایا گیا اور تمام انبیاء کرام وملائکہ علیہم السلام نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی ۲؎ بعد ازاں حضرات انبیاء کرام خصوصاً حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے خطبات دیئے آخر میں پیارے محبوب ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

الحمد لله الذی ارسلنی رحمة للعالمین بشیراً و نذیرا للناس اجمعین و انزل علی الفرقان فیه تبیان کل شیی و جعل امتی وسطاً و جعل امتی هم الاولون و هم الآخرون و شرح لی صدری و وضع عنی و زری و رفع لی ذکری و جعلنی فاتحاً و خاتماً ۳؎

ترجمہ: تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے مجھے تمام جہانوں کیلئے رحمت اور سب لوگوں کے لئے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور مجھ پر وہ فرقان اتارا جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اور میری امت کو درمیان امت بنایا اور میری امت کو ہی اولین وآخرین بھی قرار دیا اور میرے لئے میرا سینہ کشادہ فرمایا اور مجھ سے میرا بوجھ دور کیا اور میرے لئے میرا ذکر بلند فرمایا اور مجھے فاتح بنا کر بھیجا اور سلسلۂ نبوت مجھ پر ختم فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ خطبہ سن کر فرمایا بهذا افضلکم محمد (اے محمد ﷺ اسی بناء پر حق تعالیٰ نے آپ کو سب سے افضل قرار دیا) ۴؎۔

۱-۲: ایضاً عبدالحق، صفحہ ۲۹۵

۳-۴: ایضاً صفحہ ۲۹۷

معراج النبی ﷺ چونکہ ایک غیر معمولی واقعہ اور عظیم الشان معجزہ ہے اس کی حقیقت کو سمجھنا تو ایک طرف رہا مختصر سے وقت میں صدیوں پر محیط اس بری، فضائی، خلائی اور ماورائی سفر کی تیز رفتاری نے آج بھی انسان کو حیرت واستعجاب کا مجسمہ بنا رکھا ہے۔ وہ علوم وفنون کی معراج پر پہنچنے کے بعد بھی صرف عقل وشعور کے ذریعہ اس مسئلہ کو حل کرنے سے قاصر ہے اور اس کے لئے وحی الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تو اندازہ لگائیں کہ چودہ صدیاں قبل کے انسان کیلئے یہ کس قدر عجیب وغریب اور حیرت انگیز واقعہ ہوگا۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے قرآن مجید میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لفظ سبحان سے آغاز فرمایا اور اپنی طرف اس کی نسبت فرمائی چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

سبحٰن الذی اسریٰ بعبده لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بارکنا حوله لنریه من ایٰتنا انه هو السمیع البصیر (بنی اسرائیل ۱۷ : ۱)

ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سنتا اور دیکھتا ہے۔

سبحان کے لغوی معنی ہیں پاک منزہ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ ہر قسم کے نقص سے پاک ہے، کمزوری سے پاک ہے، ہر قسم کے عیب سے پاک ہے، قادر مطلق ہے، ہر شے پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے، کن فیکون کا مالک ہے۔ اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت تقدس اور قدرت کاملہ کا اظہار ہو رہا ہے اور کسی بہت ہی اہم بات یا واقعہ سے پہلے اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے ہاں عموماً یہ مشاہدے میں آتا ہے کہ عجیب وغریب منظر دیکھ کر یا حیرت انگیز بات سن کر لفظ ''سبحان اللہ'' خود بخود زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ یہاں پر بھی یہ لفظ لانے کا مقصد یہی ہے کہ معراج النبی ﷺ تمہارے ذہن وفکر اور تصورات سے بالاتر سہی لیکن تمہیں یہ دیکھنا چاہئے کہ جو اس کی ذمہ داری قبول کر رہا ہے وہ اپنی طرف اس کی نسبت فرما رہا ہے، کیا وہ ایسا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا؟ کیا وہ ایسا کرنے سے قاصر ہے؟ کیا کوئی طاقت اسے روک سکتی ہے؟ ہرگز نہیں، قطعاً نہیں، لہٰذا یہ حق ہے اور سچ ہے اور ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

لفظ اسریٰ بھی خصوصی توجہ کا مستحق ہے یہ ماضی کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں سیر کرائی یعنی جسم و روح کے ساتھ رات کو سفر کرنے کا معنی دیتا ہے اور قرآن مجید میں دیگر مقامات پر بھی انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے، اس کی دو مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے نکلنے کا حکم دیا تو اس کا ذکر کرتے ہوئے قرآن میں ارشاد فرمایا

و اوحینا الیٰ موسیٰ ان اسر بعبادی انکم متبعون (الشعراء ۲۶-۵۲)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل، بے شک تمہارا پیچھا ہونا ہے۔

اور حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

قالوا یلوط انا رسل ربک لن یصلوا الیک فاسر باھلک بقطع من الیل (ھود ۱۱: ۸۱)

ترجمہ: فرشتے بولے اے لوط! ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں وہ آپ تک نہیں پہنچ سکتے تو آپ اپنے گھر والوں کو راتوں رات لے جائیں۔

ان مثالوں سے بخوبی واضح ہو گیا کہ اسریٰ رات کے وقت جسم و روح کے ساتھ سفر کرنے کے معنوں میں آتا ہے اس کا اطلاق صرف روح پر نہیں ہوتا اس کے ساتھ ہی لفظ عبدہ نے اس مفہوم کو مزید واضح فرما دیا ہے۔ عبد کے لغوی معنی غلام، بندہ، اس کے جمع عباد ہے اور لفظ بشر اس کا مترادف ہے اور عبد کا اطلاق بھی روح و جسم دونوں کے مجموعہ پر ہوتا ہے صرف جسم یا صرف روح پر ہرگز نہیں ہوتا اس ضمن میں بھی قرآن مجید سے دو مثالیں بیان کی جاتی ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے

و لعبد مؤمن خیرٌ من مشرک و لو اعجبکم (البقرۃ ۲۲۱)

ترجمہ: بے شک مسلمان غلام، مشرک سے بہتر ہے اگرچہ وہ (مشرک) تمہیں بھاتا ہوں۔

اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے

و عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھوناً (الفرقان ۲۵: ۶۳)

ترجمہ: اور رحمٰن کے بندے زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

ان دونوں مثالوں سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو گئی کہ لفظ عبد جسم و روح دونوں پر دلالت

کرتا ہے لہٰذا یہ بھی ثابت ہو گیا کہ قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت سبحان الذی - الخ - سے مراد یہی ہے کہ حضور ﷺ کی معراج النبی ﷺ کا یہ پہلا مرحلہ اسریٰ جسم وروح دونوں کے لئے تھا اور جب آغاز سفر میں جسم وروح اکٹھے تھے تو دوران سفر دیگر مراحل یعنی معراج اور اعراج بھی یقیناً حالت بیداری میں جسم وروح دونوں کو نصیب ہوئے۔

دوسرا مرحلہ: اب معراج النبی ﷺ کا دوسرا مرحلہ شروع ہوا، حضرات انبیاء کرام سے فارغ ہونے کے بعد حضور ﷺ مسجد اقصیٰ سے باہر تشریف لائے تو جبرئیل امین نے آپ ﷺ کے سامنے دو پیالے پیش کیے، ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی۔ پیارے محبوب ﷺ نے دودھ کا پیالہ لے کر نوش فرمایا اور دوسرا واپس کر دیا۔ اس پر جبرئیل امین کہنے لگے کہ آپ ﷺ نے فطرت کو اختیار فرمایا یعنی اسلام کی علامت کو پسند فرمایا اور پس استقامت اختیار فرمائی۔ [1]

اس کے بعد جنت الفردوس سے ایک سیڑھی لائی گئی جس کے دائیں بائیں فرشتے تھے۔ آپ ﷺ اس سیڑھی پر تشریف فرما ہو کر آسمانوں کی طرف روانہ ہوئے اور پہلے آسمان پر پہنچے تو اس کے دروازے پر ایک فرشتہ موجود تھا جس کا نام اسمٰعیل تھا اور اس کے ماتحت بارہ ہزار فرشتے تھے جبرئیل امین نے اسے دروازہ کھولنے کو کہا، اس نے دروازہ کھولا اور تمام فرشتے استقبال کے لئے آئے سلام وتحیات بجا لائے اور مسرت وشادمانی کا اظہار فرمایا۔ یہاں پر آپ ﷺ کی ملاقات حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی جن کے سامنے لوگوں کی ارواح پیش ہو رہی تھیں چنانچہ مؤمنین کی روحوں کو دیکھ کر خوشی کا اظہار فرماتے اور کافروں کی ارواح سے ناپسندیدگی ظاہر کرتے [2]

پھر آپ ﷺ دوسرے آسمان پر بیت المقدس کے محافظین حضرت عیسیٰ وحضرت زکریا علیہما السلام سے ملے تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات فرمائی جن کا چہرہ چودہویں رات کے چاند سے زیادہ روشن اور تاباں ودرخشاں تھا۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام،

۱: ایضاً عبدالحق صفحہ ۲۹۶

۲: ابن اسحاق، سیرت رسول پاک، اردو ترجمہ محمد اظہر نعیمی، مکتبہ نبویہ لاہور ۱۴۲۱ھ صفحہ ۳۰۲

پانچویں آسمان پر حضرت ہارون اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملتے ہوئے ساتویں آسمان پر پہنچ کر جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شرف ملاقات حاصل کیا[۱] جو بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے تشریف فرما تھے[۲]۔ بیت المعمور وہ مسجد ہے جو بیت اللہ شریف کے بالکل اوپر محاذو مقابل میں ہے اور خانہ کعبہ کو جو وقار و عزت اور عظمت و رفعت زمین پر حاصل ہے وہی مقام آسمانوں میں بیت المعمور کا ہے اور جیسے کہ خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے اہل زمین نماز پڑھتے اور وہ اس کا طواف کرتے ہیں تو اسی طرح فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں، روزانہ ستر ہزار فرشتے یہاں طواف کرتے ہیں اور پھر دوبارہ انہیں یہاں آنے کا موقع نہیں ملتا، یہ سلسلہ ابد تک یونہی چلتا رہے گا[۳]

یہاں پر آپ ﷺ نے اپنی امت کی دو جماعتیں بھی ملاحظہ فرمائیں

ایک جماعت سفید لباس پہنے ہوئے تھی جبکہ دوسری سیاہی مائل رنگت کپڑوں میں ملبوس تھی، سفید لباس والے اپنے پیارے محبوب ﷺ کے ساتھ بیت المعمور کی طرف آئے اور انہوں نے وہاں حضور ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی جبکہ سیاہی مائل لباس والے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ انہوں نے یکے بعد دیگرے دو نہروں میں غسل کیا اور ان کی رنگت میں پہلی جماعت والوں کی طرح سفید اور خوشنما ہو گئی تو جبرئیل امین نے فرمایا پہلی جماعت نے اپنے ایمان کو ظلم کی آمیزش سے محفوظ رکھا جبکہ دوسری جماعت والوں نے اعمال صالحہ کو برے اعمال سے ملا دیا پھر انہوں نے توبہ کی اور حق تعالیٰ نے ان پر رحمت فرمائی اور انہیں پہلے نہر رحمت اور پھر نہر نعمت میں غسل کی توفیق عطا فرمائی۔[۴]

آپ ﷺ نے جنت اور دوزخ کو ملاحظہ فرمایا نیز آپ ﷺ نے اپنی امت کے کئی مناظر بھی ملاحظہ فرمائے چنانچہ ایک مقام پر ایسی مخلوق دیکھی جن کے چہرہ پر ہونٹ اور دانت اونٹوں کی طرح

۱: ایضاً ابن اسحاق، صفحہ ۳۰۴

۲: عبدالحق صفحہ ۳۰۲

۳: ایضاً شیخ عبدالحق صفحہ ۳۰۱ ۴: ایضاً صفحہ ۳۰۲-۳۰۳

تھے اور ان کے ہاتھ میں انگارے تھے جن کو وہ کھا رہے تھے اور یہی انگارے ان کے پاخانے سے باہر نکل رہے تھے، جبرئیل امین نے آپ ﷺ کو بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو غریبوں اور یتیموں کا مال ناحق کھاتے تھے۔ ایک دوسری جماعت کو حضور ﷺ نے دیکھا کہ ان کے پیٹ مٹکے کی طرح پھولے ہوئے تھے اور ان پر بھوکے پیاسے اونٹوں کو چھوڑ جاتا جو انہیں اپنے پاؤں تلے کچل دیتے۔ جبرئیل امین نے فرمایا کہ یہ سود خوروں کا گروہ ہے۔ پھر آپ ﷺ مردوں کی ایسی جماعت پر سے گزرے جن کے آگے عمدہ قسم کا گوشت رکھا ہوا ہے لیکن وہ اسے چھوڑ کر ناقص اور بدبودار گوشت کھا رہے تھے جبرئیل امین نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی حلال بیویوں کو چھوڑ کر بدکرداری اور زنا کا ارتکاب کرتے۔ پھر حضور ﷺ نے خواتین کو دیکھا جنہیں چھاتیوں کے بل لٹکایا گیا تھا جبرئیل امین نے ان کے متعلق فرمایا کہ یہ عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ خیانت کرتی تھیں اور غیر مردوں سے ناجائز تعلقات استوار کیا کرتی تھیں۔

اسی طرح حضور ﷺ نے ایک قوم کو دیکھا جن کی زبانیں اور ہونٹ قینچی سے کاٹے جا رہے تھے ان کے متعلق جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا حضور یہ آپ کی امت کے وہ خطیب ہیں جو لوگوں کو تو وعظ و نصیحت کیا کرتے لیکن خود اس پر عمل نہ کرتے تھے۔ ۵

پھر ایک ایسے گروہ کو ملاحظہ فرمایا جن کے ناخن تانبے کے تھے جن سے وہ اپنے چہرے اور سینے کھرچ رہے تھے، ان کے بارے میں حضور ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ دوسروں کی غیبت کرنے اور تہمت لگانے والے ہیں ۶ نیز ایک ایسی جماعت بھی دیکھی جو آج بوتی ہے دوسرے دن کاٹ لیتی ہے اور پھر فصل اسی طرح ہری بھی ہو جاتی ہے حضور ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے مجاہد ہیں جن کی نیکیوں کو سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ ۷

تیسرا مرحلہ: معراج النبی ﷺ کا تیسرا مرحلہ اعراج کہلاتا ہے جو سدرۃ المنتہیٰ سے قاب قوسین بلکہ

۱-۴: ابن اسحاق، بحوالہ بالا صفحہ ۳۰۲-۳۰۴

۵-۷: کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، جلد ۲ صفحہ ۵۰۶-۵۰۸

اس سے بھی آگے تک ہے۔ سدرہ کے معنی ہیں بیری کا درخت، سونے کے پرندوں اور پتنگوں کی مانند انوار و تجلیات الٰہی سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانپے ہوئے ہیں اور یہاں سے چار نہریں نکلتی ہیں دو ظاہری اور باطنی ہیں۔ باطنی نہریں جنت میں جاتی ہیں اور ظاہری نہریں دریائے نیل و دریائے فرات میں۔[۱]

سدرۃ المنتہیٰ کا مقام اولیٰ عالم مکان کی آخری حد اور لامکان کا ابتدائی کنارہ ہے[۲] یہاں پر مخلوق کے اعمال اور علوم ختم ہو جاتے ہیں۔ فرشتوں کو بھی یہاں سے آگے بڑھنے کی مجال نہیں[۳]۔ چنانچہ حضرت جبرئیل امین بھی یہاں ٹھہر گئے حضور ﷺ نے فرمایا چلو جبرئیل، تو انہوں نے عرض کیا لو دنوت انملة لا حترقت (اگر میں ایک چیونٹی برابر بھی آگے بڑھا تو تجلیات الٰہی کے پرتو سے جل جاؤں گا)[۴] جس کا ترجمہ شاعر نے ان الفاظ میں کیا ہے

اگر یک سر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

حضور ﷺ نے یہاں پر جبرئیل امین سے فرمایا اگر بارگاہ الٰہی میں کوئی سوال کرنے کی خواہش ہو تو بتاؤ تا کہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر دوں۔ جبرئیل امین نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بارگاہ الٰہی میں میری یہ عرض داشت پیش فرمائیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن میرے بازوؤں کو مزید وسعت اور کشادگی عطا فرمائے تا کہ میں انہیں پلِ صراط پر بچھا دوں اور آپ ﷺ کی امت کو آسانی سے گزار سکوں۔[۵]

الغرض یہاں سے حضور ﷺ کے معراج کا نقطہ عروج شروع ہوا۔ اس مرحلہ میں آگے ایک عالم نور تھا انوار و تجلیات الٰہی پر فشاں تھے، اللہ رب العزت کی ذاتی اور صفاتی تجلیات سے بھرپور عالم لامکان کے جلوے ہر سو جلوہ ریز تھے[۶]

چنانچہ پیارے محبوب ﷺ نے سدرۃ المنتہیٰ سے آگے ستر ہزار نورانی حجابات کا سفر طے کیا اور

۱: عبدالحق، صفحہ ۳۰۰ ۲: ایضاً طاہر القادری، صفحہ ۶۶۹

۳: عبدالحق، صفحہ ۲۹۹ ۴: ایضاً طاہر القادری، صفحہ ۶۷۰

۵: عبدالحق صفحہ ۳۰۰ ۶: طاہر القادری، صفحہ ۶۷۱

ان میں سے ہر ایک حجاب پانچ سو برس کی مسافت پر واقع ہے۱، وصل و قرب کے اس خاص مقام پر حق تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی ادن یا خیر البریة ادن یا احمد ادن یا محمد ﷺ ۲ (اے ساری مخلوق سے افضل! قریب ہو، یا احمد قریب ہو یا محمد ﷺ قریب آئیں)

پیارے محبوب ﷺ فرماتے ہیں پھر میرے رب نے مجھے اتنا قریب فرمایا اور اتنا نزدیک ہو گیا۳ جیسا کہ رب تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں ارشاد فرمایا

ثم دنا فتدلٰی فکان قاب قوسین او ادنی ' (النجم ۸-۹)

پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ دونوں کی قربت کا اندازہ لگائیں کہ اس مقام پر عبدیت اور الوہیت کی کمانیں مل گئیں۴ فاصلے ختم ہو گئے صرف یہ فرق رہ گیا کہ ادھر اللہ جل جلالہ تھے وحدہ لاشریک اور ادھر مصطفیٰ ﷺ تھے حبیب پاک، وہ خالق لایزال اور یہ عبدِ بے مثال ﷺ تھے اور اس مقام پر رب العالمین جل جلالہ جناب رحمت للعالمین ﷺ کو وحی فرمائی فاوحی الی عبدہ ما اوحی (النجم ۱۰)

یعنی اب وحی فرمائی بندے کو جو وحی فرمائی۔ یہاں جو وحی ہوئی، جو سرگوشیاں ہوئی جو عنایات ہوئی انہیں اللہ جانے یا اس کا محبوب ﷺ یا جو کچھ پیارے محبوب ﷺ نے بتایا، چنانچہ حضور نبی کریم فرماتے ہیں کہ

اللہ جل جلالہ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان بے کیف و بے حد بڑھایا تو میں اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی اس وقت مجھے تمام اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا اور طرح طرح کے علوم تعلیم فرمائے جن میں سے ایک علم ایسا تھا کہ جس کے ظاہر نہ کرنے کا مجھ سے عہد لیا گیا کہ اسے کسی سے نہ کہوں اور سوائے میرے دوسرا کوئی اس کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں

۱-۲: عبدالحق، صفحہ ۳۰۵

۳: عبدالحق صفحہ ۳۰۰

۴: ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی، نور مبین، حسن اختر ایسوی ایٹس کراچی ۱۹۹۳ء صفحہ ۲۶۵

رکھتا۔ ایک علم ایسا تھا جس کے ظاہر کرنے اور چھپانے کا مجھے اختیار دیا گیا ہے اور ایک علم ایسا تھا جس کو اپنی امت ہر خاص و عام میں تبلیغ کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے[۱]

نیز معلم انسانیت ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ عرش معلیٰ سے ایک قطرہ میرے قریب آیا اور وہ میری زبان پر گرا میں نے اس کو چکھا جسے کسی چکھنے والے نے کبھی اسے زیادہ شیریں اور لذیذ نہ چکھا ہوگا اور مجھے اولین و آخرین کی خبریں حاصل ہوئی اور میرا دل روشن ہو گیا اور عرش کے نور نے میری آنکھ کو ڈھانپ لیا اس وقت میں نے تمام چیزوں کو اپنے دل سے دیکھا اور اپنے پس پشت بھی ایسا ہی دیکھنے لگا جیسے اپنے سامنے دیکھتا ہوں[۲]۔ اس مقامِ وصال پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نشانیاں، عجیب و غریب مناظر اور کرامات کا ظہور ہوا لیکن پیارے محبوب ﷺ نے ان میں سے کسی کی طرف بھی رغبت نہیں فرمائی جس کی تحسین اللہ جل جلالہ نے ان الفاظ میں فرمائی

ما زاغ البصر وما طغیٰ (آنکھ نہ کسی طرف پھیری اور نہ حد سے بڑھی) پیارے محبوب ﷺ نے اس رفیع الشان مقام کے آداب اور حقوق کا پورا پورا خیال رکھا، نہ ہی اپنی بصر و بصیرت سے دوسری طرف التفات فرمایا اور نہ ہی کسی بات کی خواہش و تمنا فرمائی۔ سیر چشمی کا بھرپور مظاہرہ فرمایا جو اللہ تبارک و تعالیٰ کو بے حد پسند آیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مراتب و درجات کی تمام منازل طے فرما دیں اور ان میں سے بلند و اعلیٰ ترین مرتبہ رویت باری تعالیٰ سے بھی پیارے محبوب ﷺ کو نوازا۔ اہلِ صحو اور ارباب تمکین کے مقامات میں یہ مقام سب سے اونچا اور بلند ہے۔ جس کی طرف ان الفاظ میں توجہ دلائی گئی ما کذب الفؤاد ما رایٰ (النجم ۵۳: ۱۱)

یعنی دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا گویا بصر و بصیرت دونوں ایک دوسرے کی تائید و تصدیق کرتی رہیں۔ جو کچھ بصیرت نے پایا آنکھ نے اس کا ادراک کیا اور جو کچھ آنکھ نے دیکھا دل نے اس کی تصدیق کی اور سب ہی حق و صحیح تھا اور حضور اکرم ﷺ نے ایسا کمال پایا کہ تمام اولین و آخرین پر

۱: عبد الحق، صفحہ ۳۰۵

۲: ایضاً صفحہ ۳۰۶

سبقت لے گئے!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جبرئیل امین کی حاجت کے بارے میں آپ ﷺ سے دریافت فرمایا تو حضور ﷺ نے عرض کیا اے خداوند کریم تو اسے خوب جانتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا میں نے اس کی درخواست قبول فرمائی لیکن ان لوگوں کے حق میں جو آپ ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور آپ ﷺ کو دوست رکھتے ہیں۲ اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے آپ ﷺ پر ان الفاظ میں سلام کیا

السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔۳

(اے نبی پاک آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں)۔

تو حضور پاک ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں سلام کا جواب ان الفاظ میں عرض کیا

السلام علینا و علیٰ عباداللہ الصالحین۔۴

ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔

سبحان اللہ پیارے محبوب ﷺ اس مقام اعلیٰ پر سلام میں اپنی امت کے صالحین یعنی اولیاء اللہ کو بھی شامل فرمایا اس سے حضرات اولیاء کرام کی عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

بارگاہ الٰہی میں امت کے لئے سوال: حضور ﷺ کو اپنی امت سے بے پناہ محبت تھی اور ہر موقع پر اپنی امت کے لئے بارگاہ رب العالمین میں دعائیں کرتے رہتے تھے اس بلند ترین مقام پر پہنچ کر بھی اس شفیق ورؤف امت نے اپنی امت کو یاد رکھا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی: اے میرے پروردگار مجھے تو قرب ووصال کے اس عظیم الشان اعزاز سے نوازا گیا لیکن آپ کے دربار سے میری امت کے لئے کیا عطا ہوگی تو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

''میں نے ان پر اپنی رحمت نازل فرمائی ان کے گناہ نیکیوں سے بدلے اور آپ کا جو امتی مجھے پکارے

۱: شیخ عبدالحق، صفحہ ۳۰۸

۲: ایضاً صفحہ ۳۰۶

۳-۴: محمد ہاشم ٹھٹھوی، اردو ترجمہ محمد علیم الدین نقشبندی، مظہر علم لاہور ۲۰۰۰ء صفحہ ۱۳۰

میں اسے لبیک یا عبدی کہہ کر تسکین دیتا ہوں اور جو مجھ سے وہ مانگتے ہیں میں عطا فرماتا ہوں کہ اور جو اپنی حالت پر دنیا میں میرے ساتھ توکل کرے میں اسے گنہگاروں سے مخفی رکھتا ہوں اور آخرت میں اسے آپ ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی''۔[1]

تحفۂ معراج : نیز بارگاہ الٰہی کی طرف سے اس موقع پر پچاس نمازوں کا تحفہ عطا ہوا ہے جس کا ذکر احادیث نبویہ ﷺ میں ان الفاظ کے ساتھ آیا ہے

ففرض علیّ خمسین صلوٰۃ فی کل یوم و لیلۃ[2]

ترجمہ: پس مجھ پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔

الغرض محبّ و محبوب کے درمیان وصال و ملاقات کے یہ حسین لمحات، وحی و ہمکلامی کی یہ مبارک گھڑیاں، سرگوشیوں اور راز و نیاز کا یہ زریں و مقدس سلسلہ جاری رہا، بخشش و عنایات، نوازشات، فیوض و برکات، علوم اور فضل و کرم کا بحر بیکراں آپ ﷺ کے قلب اطہر میں جذب ہوتا رہا اسی مقصد کے لئے ہی توشق صدر ہوا تھا۔ یہاں تک کہ حکم خداوندی کے مطابق آپ ﷺ نے مرحلۂ ثانیہ کی طرف نزول فرمایا تاکہ انبیاء کرام ملائکہ علیہم السلام اور دیگر مخلوق کو بھی ان برکات و نوازشات سے بہرہ مند فرمائیں۔ جو اس مقام پر آپ ﷺ کو رب العالمین جل جلالہ کی طرف سے ودیعت ہوئیں۔

فرشتوں کے سوالات اور ان کے جوابات : چنانچہ اس موقع پر حضور پاک ﷺ نے فرشتوں کو ملاحظہ فرمایا جو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بحث مباحثے میں مصروف تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان فرشتوں کو مخاطب کر کے فرمایا اے میرے فرشتو! آج تمہیں مشکل کشا مل گیا ہے اب اپنی مشکلات انہی سے حل کرو تمہارے جو بھی مشکل سوال ہیں میرا محبوب ﷺ ان کے جوابات دے گا۔ تو سب سے پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام نے بارگاہ نبوت میں عرض کی ''ما الکفارات'' (کفارات کیا ہیں؟) یعنی وہ کون سے افعال ہیں جن سے اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرما دیتا ہے تو پیارے محبوب ﷺ نے

---

[1]: ابوالحسنات محمد احمد قادری، طیب الوردہ، شرح قصیدہ بردہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۷ء صفحہ ۲۷۹

[2]: مسلم شریف، کتاب الایمان، حدیث نمبر ۲۱۳، معراج نبوی کی کیفیت۔

فرمایا" اسباغ الوضوء فی المکارہ المشی بالاقدام الی الجماعۃ و انتظار الصلوٰۃ بعد الصلوٰۃ " (مصیبت اور تکلیف کے وقت بھی اچھی طرح وضو کرنا اور نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے پیدل مسجد تک جانا اور ایک نماز پڑھنے کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا)۔

اس کے بعد حضرت میکائیل علیہ السلام نے سوال کیا" وما الدرجات" درجات کیا ہیں؟ یعنی وہ کون کون سے افعال ہیں جن سے درجات بلند ہوتے ہیں تو پیارے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا" اطعام الطعام و افشاء السلام و الصلوٰۃ باللیل و الناس نیام" (بھوکے کو کھانا کھلانا، سلام عام کرنا اور رات کے وقت اٹھ کر نماز پڑھنا جبکہ لوگ سو رہے ہوں) پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے استفسار کیا" وما المنجیات" یعنی عذاب سے نجات دلانے والے افعال کون کون سے ہیں؟ تو پیارے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا" خشیۃ اللہ فی السر و العلانیۃ والقصد فی الفقر و الغنٰی والعدل فی الغضب و الرضی " (پوشیدہ اور اعلانیہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، غربت اور تونگری میں میانہ روی اختیار کرنا، غم وغصہ اور خوشی ورضامندی دونوں حالتوں میں عدل وانصاف سے کام لینا)۔ آخر میں حضرت عزرائیل علیہ السلام نے دریافت کیا" وما المھلکات" یعنی انسان کو ہلاک کرنے والے امور کون کون سے ہیں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا شح مطاع و ھوی متبع و اعجاب المرء بنفسہ" (بخیل، مغرور اور نفسانی خواہشات کی متابعت کرنا)۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کے ان جوابات پر اپنی مہر تصدیق ان الفاظ میں ثبت فرمائی" ذالک صدق" یہ سچ ہے![1]

ان سوالات کے بارے میں فرشتے چار ہزار سال سے بحث کر رہے تھے[2] لیکن کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے تھے آخر کار شب معراج پیارے محبوب ﷺ نے ان کو تسلی بخش جوابات دیتے ہوئے اس بحث کو ختم فرمایا۔ یہاں سے آپ ﷺ جب چھٹے آسمان پر پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دوبارہ

۱: ایضاً ابوالحسنات محمد احمد قادری، صفحہ ۲۶۶

۲: انور مدنی، شہنشاہ کل، ۲۰۰۱ء صفحہ ۱۹۱

ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا آپ کے پروردگار نے آپ ﷺ کی امت پر کیا چیز فرض کی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا پچاس نمازیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے اپنے پروردگار کے پاس جاؤ اور کمی کی درخواست کرو، اس لئے کہ آپ کی امت اتنی نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی، میں بنی اسرائیل پر اس کا تجربہ کر چکا ہوں اور ان کو آزما چکا ہوں۔ چنانچہ حضور ﷺ پھر اپنے پروردگار عالم کے ہاں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے پروردگار! میری امت کے لئے کمی کر دے چنانچہ پانچ نمازیں کم کر دی گئیں۔ جب واپس آئے اور موسیٰ علیہ السلام کو یہ صورتحال بتائی تو انہوں نے فرمایا پھر اپنے پروردگار کے پاس جاؤ اور تخفیف کی درخواست کرو چنانچہ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر آپ بار بار بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوتے رہے اور پانچ پانچ نمازیں کم ہوتی گئیں یہاں تک کہ آخر میں پانچ رہ گئیں۔ اور ساتھ ہی رب تعالیٰ جل جلالہ نے یہ بھی فرما دیا کہ ان پانچ نمازوں کا اجر پچاس نمازوں کے برابر ہے بلکہ مزید انعام و اکرام کا اضافہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ کا جو امتی صرف نیکی کا ارادہ کرے گا تو عمل سے پہلے ہی اس کی ایک نیکی لکھ دی جائے گی اور جب عمل کرے گا تو ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اگر برائی کرے گا تو صرف ایک ہی برائی لکھی جائے گی[۱]۔ معراج سے واپسی کے دوران چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات اور پھر بار بار بارگاہ رب العالمین میں حاضری اور نمازوں کی کمی کے حوالے سے عرفاء نے کئی حکمتیں بیان فرمائی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ نے محبوب ﷺ کو بار بار دیدار کے لئے اپنے پاس بلانے کے لئے ابتداء میں پچاس نمازیں عطا فرمائیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راستے میں کھڑا کر دیا کہ وہ تخفیف کے لئے کہتے جائیں اور میرا پیارا محبوب ﷺ اپنی امت کا غمخوار اپنی امت سے بوجھ کم کرنے کے لئے بار بار پلٹ کر حاضری دیتا رہے اور محب کی نگاہیں وہ بار بار اس کے چہرے کو تکتی رہیں[۲]۔

اہل محبت نے اس کی تعبیر ایک اور طرح سے بھی کی ہے کہ حضور ﷺ کے بار بار آنے جانے کا

---

[۱] مسلم شریف، کتاب الایمان، حدیث نمبر ۴۱۳، معراج نبوی کی کیفیت [۲] ڈاکٹر محمد طاہر القادری بحوالہ بالا، صفحہ ۶۸۷-۶۷۹

مقصد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک دعا ہے جو انہوں نے ان الفاظ میں مانگی تھی "رب ارنی "ا (اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا)۔ تو بارگاہ صمدیت سے جواب ملا "لن ترانی "۲ (تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا) عرفاء فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پانچ یا نو مرتبہ یہ دعا مانگی تھی اور یہ قاعدہ ہے کہ نبی کی درخواست رد نہیں ہوتی ہاں ایسا ممکن ہے کہ کسی حکمت کے تحت اسے مؤخر کر دیا جائے یا کسی اور وقت کے لئے محفوظ کر لیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا معراج کی شب تک مؤخر کر دی گئی اور آج اس انداز سے اس کو شرف قبولیت عطا کیا گیا ہے کہ اسے چھٹے آسمان پر کھڑا کر کے حکم دیا گیا کہ آج میرا محبوب ﷺ میری تجلیات کا مظہر اتم بن کر آ رہا ہے تو اس کو دیکھتا جا اور اس آئینہ میں میرے حسن کے پرتو سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک دیتا جا۔ لہٰذا میں اسے پچاس نمازیں دے کر بھیجتا ہوں تو کمی کے بہانے لوٹاتے جانا، ہر بار محبوب مجھے مل کر آئے گا تو اسے دیکھتے جانا اس طرح محبوب ﷺ کی ذات کے اندر میرا جلوہ کرتے جانا۔۳

یوں صدیوں کا یہ سفر رات کے مختصر سے حصہ میں طے ہو گیا اور پیارے محبوب ﷺ نے دوسرے دن بیت اللہ شریف میں مشرکین مکہ کے سامنے یہ تمام واقعہ بیان فرمایا تو مشرکین مکہ نے شور و غوغا برپا کر دیا اور پیارے محبوب ﷺ کی کردار کشی شروع کر دی۔ ابو جہل فوراً دوڑتا ہوا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور اسے یہ تمام واقعہ بیان کر کے کہنے لگا اب بتا تو کیا کہتا ہے؟ آج تو تیرے دوست نے ایسا دعویٰ کر دیا کہ تو کبھی اسے تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے ابو جہل کو جواب دیا میں تو حضور ﷺ کی زبان اقدس سے سن کو خالق کائنات کو مان چکا ہوں۔ یہ سب باتیں تو اس سے بہت ہی کم درجہ کی ہیں۔ چنانچہ بارگاہ نبوت سے آپ رضی اللہ عنہ کو صدیق کا خطاب ملا۔ مشرکین مکہ ہر حال میں حضور ﷺ کو جھٹلانے پر تلے ہوئے تھے، انہوں نے بارگاہِ رسالت میں الٹے پلٹے بے تکے سوالات شروع کر دیئے اور وہ بیت المقدس کے در و دیوار کی

۱-۲: سورہ الاعراف ۷: ۱۴۳

۳: ایضاً ڈاکٹر محمد طاہر القادری صفحہ ۲۸۰

تعداد اور ان کی کیفیات کے بارے میں پوچھنے لگے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ قبل ازیں حضور ﷺ کبھی بیت المقدس تشریف نہیں لے گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو کفار کے سامنے سرخرو فرمایا اور بیت المقدس کا عکس آپ کیا بارگاہ میں پیش کر دیا گیا چنانچہ حضور ﷺ اسے دیکھ کر کے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیتے چلے گئے۔[۱]

جب وہ اپنی اس سازش میں ناکام ہو گئے تو وہ اپنے قافلوں کے بارے میں استفسار کرنے لگے جو بیت المقدس کی راہ میں تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا پہلا قافلہ مجھے مقام "روحا" پر ملا ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے مجھے پہچان لیا کہنے لگے یہ آواز تو محمد ﷺ کی ہے نیز وہاں مجھے پیاس لگی ہوئی تھی چنانچہ میں نے وہاں اتر کر ان کے برتن میں پانی بھی پیا واپسی پر اپنے قافلے والوں سے دریافت کر لینا۔

تمہارا دوسرا قافلہ مقام "ذی فجا" پر مجھے ملا اس قافلے میں ایک ہی اونٹ پر فلاں فلاں نامی دو دوست سوار تھے۔ میرے براق کی آہٹ پا کر ان کا اونٹ بدک کر بھاگا اور وہ دونوں اس اونٹ پر سے گر پڑے اس حادثہ میں ایک کا ہاتھ ٹوٹ گیا واپسی پر ان کے احوال پوچھ لینا۔

تیسرے قافلہ میں نے "تکوین" کے مقام پر دیکھا اس کے آگے بھورے رنگ کا ایک اونٹ ہے جس پر دو بوریاں لدی ہوئی ہیں ایک سیاہ دھاری دار اور دوسری سفید دھاری دار جب قافلہ آئے تو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا۔ پھر انہوں نے ان قافلوں کی آمد کے بارے میں پوچھا کہ یہ کب تک پہنچ جائیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا پہلا قافلہ سورج طلوع ہونے سے پہلے پہنچے گا دوسرا دوپہر کو سورج کے نصف النہار کے وقت اور تیسرا غروب آفتاب سے ذرا پہلے پہنچ جائے گا۔

چنانچہ وہ مشرکین مکہ ایک اونچی پہاڑی پر چڑھ کر سورج کے طلوع ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ صحابہ کرام کی ایک ٹولی بھی ایک دوسری پہاڑی پر بیٹھ گئی۔ جونہی سورج طلوع ہوا تو ایک کافر بلند آواز سے بولا خدا کی قسم سورج نکل آیا ادھر سے صحابہ کرام پکار اٹھے دیکھنے قافلہ بھی پہنچ گیا اسی طرح دوسرا

[۱] ایضاً ڈاکٹر محمد طاہر القادری صفحہ ۶۸۲

(باقی صفحہ ۵۰ پر)

غزل

فارغ بخاری

دو گھڑی بیٹھے تھے زلفِ عنبریں کے چھاؤں میں
چبھ گیا کانٹا دل حسرت زدہ کے پاؤں میں

کم نہیں ہیں جبکہ شہروں میں بھی کچھ ویرانیاں
کس توقع پر کوئی جائے گا اب صحراؤں میں

کچی کلیاں، پکی فصلیں سر چھپائیں گی کہاں
آگ شہروں کی لپک کر آ رہی ہے گاؤں میں

زخم نظارا ہیں جسموں کی برہنہ ٹہنیاں
ایسے پت جھڑ میں کھلیں گے پھول کیا آشاؤں میں

کیا کہوں طول شب غم، پل میں صدیاں ڈھل گئیں
وقت یوں گزرا کہ جیسے آبلے ہوں پاؤں میں

زندگی میں ایسی کچھ طغیانیاں آتی رہیں
بہہ گئی ہیں عمر بھر کی نیکیاں دریاؤں میں

اے خدائے فصل گل، آخر یہ کیا اندھیر ہے
خار گلزاروں میں پھوٹیں، گل کھلیں صحراؤں میں

جلتے موسم میں کوئی فارغ نظر آتا نہیں
ڈوبتا جاتا ہے ہر اک پیڑ اپنی چھاؤں میں

خطۂ سرحد کے عظیم محسن، صاحبزادہ عبدالقیوم خان

اقبال ریاض

وہ جو کہتے ہیں کہ "ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد" خدمت نام ہے عظمت کا، دنیا میں کروڑوں اربوں انسان پیدا ہوئے اور کروڑوں اربوں ہی اپنی عمر پوری کرنے کے بعد اس فانی دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن نام ان کا زندہ ہے جنہوں نے خالق کی مخلوق کی خدمت کی، اس کے بندوں کا بھلا چاہا، دین کی خدمت کی اور قوم و وطن کی بھلائی کے لئے کام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ صوبہ سرحد کی مشہور شخصیت صاحبزادہ عبدالقیوم خان ایسے ہی نیک دل اور جذبہ خدمت سے سرشار بندوں سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے دورِ فرنگ میں کسی رکاوٹ کو خاطر میں لائے بغیر اس صوبہ میں علم کی وہ شمع روشن کی جس سے ہزاروں افراد مستفید ہوئے اور ہزاروں لاکھوں آئندہ بھی مستفید ہوتے رہیں گے۔ خیبر کے ہیبت ناک اور تاریخی درّے کا رخ کرنے والے سیاحوں اور قافلوں کی نظر جب اسلامیہ کالج پشاور کے سرسبز اور گھنے درختوں میں گھرے ہوئے خوبصورت، پرشکوہ اور سفید گنبدوں پر پڑتی ہے تو وہ ایک لمحہ کے لئے ٹھٹھک کر رہ جاتے ہیں۔ اسلامیہ کالج ایک تاریخی درسگاہ ہے جو چند برس چھوڑ کر کوئی ایک صدی سے علم کی شمع روشن کئے ہوئے ہے جس سے اس خطہ سمیت ملک کے ہزاروں افراد جن میں سے بیشتر حکومتی ایوانوں، سرکاری دفاتر اور فوج کے علاوہ نجی اور عوامی شعبوں میں بلند عہدوں پر کام کر رہے ہیں، علم حاصل کرتے رہے ہیں۔ یہ درسگاہ جب وجود میں آئی تو پورے خطہ میں مسلمانوں کے پاس جن کی آبادی نوے فیصد سے بھی زیادہ تھی کوئی معیاری اور اچھی درسگاہ موجود نہیں تھی جو انہیں صحیح طور پر تعلیمی سہولتیں مہیا کر سکتی جبکہ چند فیصد آبادی کے مالک غیر مسلموں کے پاس کئی ایک تعلیمی ادارے موجود تھے جن میں خالصہ ہائی سکول، مشن ہائی سکول، سائن دھرم ہائی سکول، اور ایڈورڈ ہائی سکول شامل ہیں۔ صاحبزادہ عبدالقیوم خان کو جو اس وقت پولیٹکل ایجنٹ تھے اسی صورتحال نے متاثر کیا جس کے نتیجہ میں بالآخر اس عظیم درسگاہ کا قیام عمل میں آ

گیا۔ یہ وہ دور تھا جب پورا برصغیر فرنگی راج کی ستم رانیوں کا شکار تھا اور غیر مسلموں کے مقابلہ میں مسلمان اور خصوصاً پختون فرنگی حکومت کے زیادہ تر زیرِ عتاب تھے لیکن صاحبزادہ صاحب نے اپنی حکمت عملی، مخلصانہ جدوجہد اور پختونوں سے محبت کی بناء پر یہ کام کر دکھایا۔

صاحبزادہ عبدالقیوم خان جو صوابی کے مقام کوٹھہ سے تعلق رکھتے تھے بچپن میں ہی یتیم ہونے کے علاوہ یسیر بھی ہو گئے۔ وہ اپنے نانا سید امیر بادشاہ کے ہاں پرورش پاتے رہے۔ بعدازاں پشاور کے مشن ہائی سکول میں داخل ہو گئے۔ ان کے تعلیمی شوق کا یہ عالم تھا کہ وہ رات کے وقت اپنے علاقہ یکہ توت کے گلی محلے یا کسی چوک میں روشنی والے پرانے کھمبے کے نیچے بیٹھ کر کتاب کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ بعدازاں وہ کلرک بنے، پھر نائب تحصیلدار سے پولیٹیکل ایجنٹ تک مدارج طے کئے اس دوران اپنی خداداد صلاحیت، فرض شناسی، مدبر اور سوجھ بوجھ کی بدولت ایک طرف انگریز حکام کا اعتماد بحال رکھا اور بہترین انتظامی صلاحیتوں اور کارکردگی کی بناء پر اعلیٰ اعزازات اور خطاب حاصل کئے تو دوسری طرف قوم کے لئے وہ عظیم خدمات انجام دیں جو فرنگی حکومت کے بڑے مراعات یافتہ اور مقتدر لوگ بھی انجام نہ دے سکے۔

صاحبزادہ صاحب مرحوم سر سید احمد خان کی تعلیمی تحریک سے بہت زیادہ متاثر تھے چنانچہ صوبہ سرحد کے پشتونوں کو جو تعلیمی لحاظ سے بے حد پسماندہ تھے زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے اسلامیہ کالج کے عظیم ادارے کے قیام کے لئے اقدامات شروع کئے گئے جس کے لئے انہوں نے اس وقت کے انسان دوست چیف کمشنر "روس کیپل" کا تعاون حاصل کیا۔ یہاں یہ ذکر مناسب ہوگا کہ جب سر جارج روس کیپل ریٹائر ہونے کے بعد وفات پا گئے تو صاحبزادہ عبدالقیوم خان اپنے ایک ساتھی سردار محمد اورنگزیب (جو ۱۹۴۳ء میں مسلم لیگ وزارت کے سربراہ بھی رہے) کے ہمراہ انگلستان گئے اور روس کیپل کی قبر پر فاتحہ خوانی کی، اس موقع پر سردار محمد اورنگزیب خان کے ایک سوال کے جواب میں صاحبزادہ صاحب نے بتایا کہ روس کیپل دل سے اسلام کے معتقد تھے لیکن کچھ خوف اور مصلحتیں اس حقیقت کو ظاہر کرنے میں آڑے آ رہی تھیں۔ بات اسلامیہ کالج پشاور کے قیام کی ہو رہی تھی چنانچہ صاحبزادہ عبدالقیوم خان کی خواہش پر اسلام کے بطل جلیل اور عظیم مجاہد حاجی صاحب ترنگزئی نے اس کا سنگِ بنیاد رکھا اور پشاور شہر کی ایک نامور مخیر

شخصیت الحاج کریم بخش سیٹھی نے ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرادی اوراس کے تمام تر اخراجات بھی خود ہی ادا کئے۔ حاجی صاحب ترنگزئی نے اس عظیم درسگاہ کا سنگ بنیاد ۱۹۱۲ - ۱۹۱۳ء میں اسلامیہ کالجیٹ کے نام سے رکھا تھا جو ترقی کرتا چلا گیا۔ ۱۹۳۲ء میں جب صوبہ سرحد کو آئینی حقوق حاصل ہوئے تو صاحبزادہ عبدالقیوم خان صوبہ کے پہلے وزیر اعلیٰ چنے گئے۔ اس منصب پر فائز ہونے کے بعد انہوں نے مختلف شعبہ زندگی میں صوبے کی نمایاں خدمات انجام دیں جبکہ صوبے کو آئینی حقوق دلانے میں بھی ان کی کوششیں شامل رہیں۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں پہلی بار قائداعظم کو جو اس وقت (محمد علی جناح) تھے دورہ پشاور کے لئے آمادہ کرنے میں بہترین کردار کا مظاہرہ کیا جس میں پیر طریقت آغا جان حافظ سید محمد زمان شاہ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کا مشورہ بھی شامل تھا جبکہ مسلم انڈیپنڈنٹ پارٹی کے زیر اہتمام ان کے استقبال، اجتماعات اور جلسے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ معروف قانون دان خان پیر بخش خان اس پارٹی کے صدر تھے۔ آغا جان حافظ سید محمد زمان شاہ قادری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے، جو سرحد میں مسلم لیگ کے بانیوں میں سرفہرست تھے، قائداعظم کے پشاور میں قیام انتظامات کی نگرانی کی اور ان کی حفاظت اور متعلقہ امور کی انجام دہی کے لئے قائم کمیٹی کے نگران اور سرپرست بھی رہے۔ قائداعظم نے شاہی باغ میں جلسہ بھی کیا جس کی صدارت خان پیر بخش خان نے کی اور معروف شخصیت ملک شاد محمد خان نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دیئے۔ اس سے پہلے دورے میں قائداعظم اسلامیہ کالج بھی گئے جہاں انہوں نے طلباء سے خطاب کے علاوہ اپنی جائیداد کا تیسرا حصہ کالج کے لئے وقف کردینے کا اعلان کیا جو ان کی وفات کے بعد مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح نے ادا کردیا۔ صاحبزادہ عبدالقیوم خان کی مسلمانوں کی بھلائی سے متعلق یہ جدوجہد کانگرسی لیڈروں کو پسند نہیں تھی۔ چنانچہ ۱۹۳۷ء میں سرحد اسمبلی کے اجلاس میں ان کے خلاف عدم اعتماد کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں سردار ولبھ بھائی پٹیل، راجندر پرشاد اور مولانا ابوالکلام آزاد کچھ روز قبل ایبٹ آباد پہنچے اور ایک خفیہ اجلاس میں جس میں صاحبزادہ صاحب کے چند حامی ارکان بھی شریک ہوئے یہ سازش مکمل ہوگئی۔ چنانچہ اسمبلی کے اجلاس میں یہ قرارداد پیش ہوئی اور صاحبزادہ صاحب کے خلاف عدم اعتماد منظور کر لیا گیا۔ عدم اعتماد کے بعد صاحبزادہ صاحب اٹھے اور اپنی مختصر تقریر میں ارکان اسمبلی کے فیصلہ کا خیر مقدم

کرنے کے بعد یہ یادگار الفاظ کہے۔

''اس سے پہلے اس صوبہ پر مغرب کی طرف سے حملہ آور آتے رہے ہیں لیکن اب پہلی مرتبہ حملہ آور مشرق کی طرف سے آئے ہیں اور انہیں کامیابی اس لئے نصیب ہوئی ہے کہ ان کے ساتھ کچھ اپنے بھی شامل ہو گئے ہیں''۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر صاحبزادہ عبدالقیوم خان اس بے مثال تعلیمی ادارے کی بنیاد نہ رکھتے تو آج اس خطہ کے مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کا عالم کیا ہوتا؟

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بقیہ : تفسیر القرآن الحسنیہ

اپنے ساتھ مانوس کر لے پھر انہیں مار کر ان کا قیمہ بنا دے تاکہ تمام اجزاء ایک ہو جائیں، پھر ان میں سے تھوڑا تھوڑا لے کر ان کو مختلف پہاڑوں کی چوٹیوں پر رکھ دے پھر ان پرندوں کو بلا تو وہ ہر ایک اپنے اپنے اجزاء سے مل کر اپنی اپنی صورت میں تیرے پاس پاؤں سے چلتے ہوئے دوڑے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کاملہ کے سے تجھے عین الیقین حاصل ہو جائے گا۔ پھر فرمایا کہ یاد رکھو اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ ہر ایک کام کرنے پر غالب ہے اور اپنی حکمت کاملہ کے ساتھ ان پرندوں کو جیسے کہ وہ اپنی اصلی صورت میں ہیں زندہ کرنے پر قادر ہے۔ (جاری ہے)

بقیہ : معراج النبی ﷺ

قافلہ بھی جب سورج عین نصف النہار پر تھا کہ پہنچ گیا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے تیسرا قافلہ بھی سورج غروب ہونے سے قبل پہنچ گیا۔ یہ قوی اور واضح دلائل دیکھ کر بھی وہ ایمان نہیں لائے بلکہ کہنے لگے نعوذ باللہ من ذالک یہ کھلا جادو ہے۔[۱]

[۱]: ڈاکٹر محمد طاہر القادری، صفحہ ۶۸۳-۶۸۵

کوچہ آقا پیر جان صیب

محمد افضل چشتی

یہ مضمون ہمیں ہندکو زبان میں ملا ہے جسے من وعن شائع کیا جارہا ہے

جس راں کہ پتر جمیاں تے چن چڑیاں دی خبر دنیا نو آپے ہو جاندی اے اسی طرح جیندیاں دے منہ تے چوٹھ کھنویں دا پردہ کد تک رہسی، آخر سچ سامنڑیں آہی جاندے۔ اے کوئی چالی بیتالی وریاں دی گل اے آغہ پیر جان صیب دے کہار تلے ڈاکٹر سعد اللہ جان درانی (مرحوم) دی دکان ہوندی آئی۔ دکان کے آئی، سیاسی سماجی تے ادبی لوکاں دی بیٹھک آئی۔ اس نکی جئی دکان وچ دو کرسیاں تے دو لمیاں بینچاں ہوندیاں آیاں جناں تے بیک وقت چھ ست بندے بہہ جاندے آئے۔ اگر کدی کدی کوئی مجلس لمبی ہو جاندی آئی تا میزبان کھول کے آپنڑا مقصد بیان کر لیندے آئے۔ اس ہٹی تے مولوی محمد امیر شاہ صاحب (مدیر اعلیٰ الحسن) دا ہنڑاں بھی روز دا معمول آیا۔ اللہ تعالیٰ اپنڑے پیارے بندیاں کی بڑے وڈے وڈے کم انج کروا دیندا اے کہ کم کرنے والا خود بھی حریان ہو جانے کہ میں کے کر بیٹھاں۔ اسی واسے پختہ ایمان والیاں نوں اللہ دے پہنچے ہوئے بندے من نیاں۔

آغہ سید محمد امیر صاحب گیلانی آپنڑے مریداں سی گج وقت کڈ کے ناز درانی دی ہٹی تے عصر پڑھ کے یا مغرب سی بعد آبہندے اے۔ اناں دے آنڑے نال محفل دا رنگ ہور دا ہور ہی ہو جاندا آیا، تے ادیباں شاعراں دی بیٹھک جم جاندی آئی۔ گپ شپ شعر وسخن دا آغاز ہو جاندا آیا تے ہر کوئی آپنڑی سوچ دے مطابق بول لیندا آیا، تے حاضرین بڑی خندہ پیشانی تل گیت غزل تے حرفیاں سنڑدے آئے۔ کوئی اعتراض تے خفائی ہوندا آیا۔ یقین کرواو ویلہ بڑا اچھا آیا۔ ہر ایک دے دل وچ پیار آیا، خلوص آیا تے ہک دوے دی عزت خاطر کیتی جاندی آئی۔ اے محفل ادب بڑی دیر تک جاری رہندی آئی جو بھی نویں حرفی یا غزل لکھا دا آیا اور درانی دی ہٹی تے پہنچ جاندا آیا کیونکہ اس تھاں بنا کسی ہور جگہ شاعراں دی اکھٹ نی ہوندی آئی، سچ پچھو تا استاد گھائل عبدالرشید تاج،

عبداللطیف ساجن، ڈاکٹر ناز درانی، خادم حسین کربلائی، خادم ملک، آتش فہمید، حافظ غلام محمد ڈولو، ملک عشرت مرحوم و مغفور آپنڑا کلام آپو آپ پیش کر دے آئے۔ میں (صاحب مضمون) اشرف الفت تاج محمد تاج تے عبدالجلیل کمال بھی نویں لکھاریاں دا ٹولہ بھی کلام سنڑاڑیں بغیر نی رہندا آیا۔

ہک دن حضرت مولانا سید محمد امیر شاہ صاحب نے تجویز پیش کیتی کہ اے نکے نکے مشاعرے تا اسی روز کر لینے آں کیوں نہ ہک وڈے مشاعرے دا بندوبست کیتا جاوے تا کہ اسی سارے ہندکو زبان دی خدمت بھی کر لیسی ایں تے سانوں ہندکو دے ہور شاعراں دا دیدار بھی ہو جاسی۔ حضرت مولانا صیب دی اے تجویز سونے تے سہاگے دا کم کر گئی تے چار دناں وچ گھائل تے درانی صیب نے کھڈاں وچوں چھپے ہوئے شاعرا کٹھے کر لتے، تے چار اپریل ۱۹۵۹ء جمعہ دے دن بعد از نماز عشاء اے مشاعرہ آغہ پیر جان صیب کے کہار دی دیوار تلے برلب سڑک یکہ توت منعقد ہویا۔ اس یادگار مشاعرے اچ جناں شاعراں نے آپنڑا کلام سنڑایا اناں دی اسماء گرامی اے آئے۔

استاد الہی بخش مفلس، استاد آغہ جگر کاظمی صاحب، استاد وحشی، لالہ مضطر تاتاری، استاد آغہ محمد جوش، عبدالرشید تاج، عبداللطیف ساجن، ماسٹر رحیم بخش کامل، ایف آر برق، خادم حسین کربلائی، خادم حسین ملک، محمد بخشیش، فہمید آتش تے ڈاکٹر سعد اللہ جان ناز درانی وغیرہ جیہڑے آپنڑے خالق حقیقی نوں جا ملیں اللہ اناں نو بخشے، اناں دے علاوہ اس مشاعرے دے وچ حصہ لینڑیں والیاں دے نام اُن: اشرف الفت، عبدالجلیل کمال، خواجہ یعقوب اختر، ندا کلکتوی، آغہ سعید گیلانی، شاد محمد شاد تہ صاحب قلم تواڈی خدمت وچ آج بھی اللہ دے فضل و کرم نل حاضر اُن۔

اس مشاعرہ دی صدارت عمر دے تقاضے نل استاد مفلس نے کیتی آئی تہ مہمان خصوصی استاد جگر کاظمی صاحب آئے تے سٹیج سیکرٹری دے فرائض جناب ڈاکٹر ناز درانی نے کیتی آئی۔ منے پہلی واری اتنے وڈے مجمعے وچ چند حرفیاں پڑھیاں آیاں جس ویلے انجام اخبار اچ ہندکو صفحہ دا آغاز جوہر میر صاحب دی زیر نگرانی ہویا تا اس مشاعرے دی کاروائی چھاپی گئی آئی۔

چونکہ وزیر باغ دے مشاعریاں دا دور ساڈی یاد سی پہلے دا ختم ہو چکا آیا تے جیہڑے خاص کر

چنڈیاں دا میلہ منائوے دی سلسلہ وچ ہوندے آئے اس واسے بی مشاعرہ سنڑنے دے شوقین اس مشاعرے وچ بڑے جوش و جذبے نل شریک ہوئے ائے، تہ ہوندے بی کیوں نہ ساڈے پشوریاں دا مدتاں بعد رل بیٹھنڑیں دا ویلہ آیا ایا۔۔ اس مشاعرے دی کامیابی دا سارا سہرا آغہ پیر جان صاحب دے کھرانے دے سرائے جنہاں نے درم درم اس بیٹھک دے ذریعہ لوکاں نونواں احساس دتا کہ پشوری موئے نئیں جیندے ون۔ تسی اے گل سنڑ کے حریان ہوسو کہ مولوی جی صاحب دے نکے پرا آغا اختر حسین شاہ مرحوم نے عبداللطیف ساجن دے کلام پڑھنے دے اندازسی متاثر ہو کہ کھاروں نویں نکور پشوری پٹے دار لنگی منگوا کے لطیف ساجن دے سر بنہا دتی۔ سچ پچھو تا اے لنگی ہندکو زبان نو نویں حیاتی دے گئی ورنہ ساڈے پیارے ملک دی آزادی دے بعد پٹھانڑاں نے جس راں آپنڑے تے آپڑی زبان پشتو دا جیہڑا اچرچہ کیتا وے او پشوریاں نوں تے اناں دی زبان ہندکو نو ختم کر دیندی مگر اللہ نوں اے کدوں منظور آیا کہ مظلوماں دا ساتھ نہ دیندا۔ اس مشاعرے دا انعقاد پشوریاں نو آپنڑے تے آپنڑی زبان دا احساس دلا گیا، منے جس راں پہلے ذکر کیتا کہ اللہ آپڑے پیارے بندیاں سی ایسے کم کراندا اے جس دے انجام دی کسے نوں کوئی خبر نی ہوندی۔

تسی یقین کرو اگر آغا سید محمد امیر شاہ صاحب دی سیاسی تے علمی بصیرت جس مشاعرے دا انعقاد کروا گئی او محض ہندکو زبان بولنڑیں والیاں دی نویں حیات اے، اس آغاز سی بعد ہندکو زبان پہلی واری ہندکو صفحہ انجام وچ چھپنڑیں لگی، ریڈیو تہ قہوہ خانہ اچ کانڑیں جانڑیں لگی، وت مختیار علی نیّر نے ہندکو زبان دا پرچہ چھاپنڑاں شروع کیتا۔ سچ پچھو تا نہ کوئی اردو لکھنڑیں والا ہندکو بول دا تے لکھدا کیونکہ جس ویلے ہندکو وے، وجود اچ جان ئی تا ویلے دے پرانڑیں کھڈار اپنے نام دا استعمال کر کے اگے جا بیٹھے، تے جیہڑے زبان دی خدمت دا چنڈا چک کے پھردے رہے او پچھے دے پچھے رہ گئے۔ رہندے بھی کیوں نہ تاں دی پرواز ای ایسی آئی۔ ہندکو زبان واسے چندہ کرنے والے پیچھے دے پیچھے رہ گئے تے حکومت دے کھار بیٹھنڑیں والے انعام تے اکرام لیندے رہے، کاش کوئی اصل حقدار نوں سامنڑے لیاندا۔

استفتاء

(نظر بد کی شرعی حیثیت)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ نظر بد کی کوئی حقیقت ہے یا کہ نہیں۔ آج کل نام نہاد پڑھا لکھا طبقہ اس کا انکار کرتا ہے بلکہ بعض اوقات مذاق بھی اڑاتا ہے۔ اگر نظر کی کوئی حقیقت ہے تو ان مذاق اڑانے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ مہربانی فرما کر اس مسئلہ کی مدلل وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں بینوا وتوجروا

المستفتی: سید کامران علی شاہ موضع وڈپگہ پشاور

الجواب ھو الموافق للصواب

مستفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ نظر بد کی حقیقت قرآن کریم اور احادیث نبوی سے ثابت ہے اور اس کا ثبوت اظہر من الشمس ہے جس کا انکار کوئی بے عقل یا صراط مستقیم سے بھٹکا ہوا انسان ہی کرسکتا ہے، قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

و ان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم لما سمعوا الذکر - الآیۃ سورۃ القلم

ترجمہ: اور ضرور کافر تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا اپنی بد نظر لگا کر تمہیں گرادیں گے جب قرآن سنتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ضرور عقل سے دور ہیں اور وہ (قرآن) تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کے لئے (کنز الایمان)

اور تفسیر ضیاء القرآن میں ہے و ان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم -- الآیہ القلم)

ترجمہ: اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ کفار پھسلادیں گے آپ کو اپنی بد نظروں سے جب وہ سنتے ہیں قرآن کو۔

اس آیت شریف کی تفسیر حاشیہ نمبر ۲۷ میں یوں فرماتے ہیں

"نبی اسد قبیلہ میں کئی آدمی تھے جن کی نظر بد کبھی خطا نہ جاتی اگر وہ کسی شخص کو یا کسی جانور کو ہلاک کرنا

چاہتے تو تین دن فاقہ کرتے اور پھر اس چیز کے پاس آ کر کہتے کہ کتنی خوبصورت اور عمدہ چیز ہے۔ ایسی چیز تو آج تک ہم نے کبھی نہیں دیکھی، اتنا کہنے کی دیر ہوتی کہ وہ چیز تڑپنے لگتی اور تھوڑی دیر کے بعد دم توڑ دیتی۔ اگر کوئی موٹی تازہ گائے یا اونٹنی ان کے پاس سے گذرتی اور اس کو نظر بد لگا دیتے تو اسی وقت اپنی لونڈی کو کہتے کہ ٹوکری اٹھاؤ، پیسے لو اور اس گائے کا گوشت خرید لاؤ، تھوڑی دیر بعد پتہ چلتا کہ وہ جانور ذبح کر دیا گیا ہے۔

قریش نے بنی اسد میں سے کسی ایسے نظر باز کی خدمات حاصل کیں اور اسے اس امر کے لئے مقرر کیا کہ وہ حضور ﷺ کو اپنی نظر بد سے گزند پہنچائے لیکن جس کا نگہبان خداوند رحمت ہو یہ ہتھکنڈے اس کیا اذیت پہنچا سکتے ہیں۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں متعدد احادیث نبوی ﷺ لکھی ہیں جن سے ثابت کیا ہے کہ نظر بد سے اثر ہوتا ہے، حضور ﷺ اپنے دونوں نواسوں سیدنا حسن اور سیدنا حسین علیہما السلام کو یہ پڑھ کر دم کیا کرتے تھے

اعوذ بکلمات اللّٰہ التامات من کل شیطان و ھامۃ و من کل عینٍ لامۃ

حضور ﷺ فرمایا کرتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق علیہما الصلوٰۃ والسلام کو یہی پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جس کو نظر بد سے تکلیف پہنچے، یہ آیت شریف و ان یکاد الذین کفروا --- الخ پڑھ کر اسے دم کیا جائے (تفسیر ضیاء القرآن جلد نمبر ۵ صفحہ ۸۴۳)

وضاحت: مجدد ملت امام اہل سنت والجماعت حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ ''کنز الایمان'' اور پیر طریقت رہبر شریعت علامہ دوراں مفسر قرآن حضرت محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمۂ شریعت کے حوالہ جات سے صاف ثابت ہوا کہ نظر لگنا حق ہے جس کا انکار سوائے کسی ہٹ دھرم جاہل اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے کے اور کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ فما ذا بعد الحق الا الضلال اب چند احادیث نبوی ﷺ پیش خدمت ہیں ملاحظہ فرماویں:

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں نظر کے بارے میں مستقل باب باندھے ہیں،

فرماتے ہیں

۱: باب رقیۃ العین--حدثنا محمد بن کثیر قال حدثنا سفیان قال حدثنی معبد ابن خالد قال سمعت عبداللہ ابن شداد عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت امرنی النبی ﷺ او امران یسترقیٰ من العین (بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۸۵۴)

ترجمہ: یہ باب ہے نظر بد کے دم کرنے کے بارے میں-- حدیث بیان کی ہمیں محمد بن کثیر نے اس نے کہا ہمیں حدیث بیان کی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اس نے کہا ہمیں حدیث بیان کی معبد ابن خالد رحمۃ اللہ علیہ اس نے کہا کہ میں نے سنا عبداللہ ابن شداد سے اور انہوں نے حدیث روایت کی حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ ہم کو امر فرمایا حضور ﷺ نے جس کو نظر لگی ہو دم کرنے کا۔

۲: حدثنا محمد بن خالد-الحدیث-الیٰ ان-عن ام سلمۃ ان النبی ﷺ رآی فی بیتھا جاریۃ فی وجھھا سفعۃ فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام استرقوا لھا فان بھا النظرۃ (بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۸۵۴)

ترجمہ: یہ حدیث شریف مروی ہے حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے کہ حضور ﷺ نے اس کے گھر میں ایک لڑکی کو دیکھا جس کا چہرہ زرد یا سیاہ یالال جس پر سیاہی قدرے غالب تھی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو دم کراؤ کیونکہ اس کو نظر لگی ہے۔

وضاحت: بخاری شریف کی پہلی حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ نظر کی حقیقت ہے تب ہی تو حضور ﷺ نے نظر بد سے دم کرنے کا حکم فرمایا اور دوسری حدیث شریف سے نظر کی حقیقت صریحاً ثابت ہوئی کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اس کو نظر لگی ہے جو دم کرنا جانتا ہے اس سے دم کراؤ۔

سوچنے کی بات تو یہ کہ آقائے دو عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کو نظر لگی ہے اسے دم کراؤ، اس سے صاف ثابت ہوا کہ نظر کی حقیقت ہے ورنہ حضور ﷺ ایسا حکم نہ فرماتے اور ادھر یہ منچلے کہتے ہیں کہ نظر کی کوئی حقیقت نہیں، کیا یہ چند چوب کھانے کی بات نہیں کرتے۔ فیا عجبا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے

بخاری شریف کے اس صفحہ پر ایک اور باب باندھا ہے جس میں سابقہ دونوں احادیث سے زیادہ صراحت ہے فرماتے ہیں:

۳: باب العین حق: حدثنی اسحاق بن نصر قال اخبرنا عبدالرزاق عن معمر عن همام عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال العین حق و نهی عن الوشم

(الحدیث بخاری شریف جلد ۲، صفحه ۸۵۴)

ترجمہ: یہ باب ہے اس بارے میں ہے کہ نظر حق ہے: حدیث بیان کی ہم کو اسحاق بن نصر نے اس نے کہا خبر دی ہمیں عبدالرزاق نے اس نے روایت کی معمر سے اور اس نے روایت کی ہمام سے، اس نے روایت کی حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اس نے روایت کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر حق ہے اور منع فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وشم سے (وشم یہ ہے کہ بدن کی کسی جگہ میں سوئی چبھو دیتے ہیں یہاں تک کہ وہاں سے خون نکل آتا ہے پھر اس جگہ کو سبز رنگ وغیرہ سے بھر دیتے ہیں اور وہاں سب داغ نمایاں ہو جاتا ہے یہ اس لئے کرتے ہیں کہ اس کو نظر نہ لگے)۔

وضاحت: اس حدیث شریف سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ نظر حق ہے۔ اس حدیث شریف پر حاشیہ نمبر ۱ میں ہے:

قال المازری اخذ الجمهور بظاهر الحدیث و انکره طوائف من المبتدعة-الخ

ترجمہ: مازری نے کہا کہ جمہور علماء امت کا اسی حدیث پر عمل ہے کہ نظر حق ہے اور بعض مبتدعین نے اس سے انکار کیا ہے حالانکہ یہ عقلاً ممکن ہے آگے فرماتے ہیں کہ جب شارع علیہ السلام نے اس کی خبر دی ہمیں تو پھر اس سے انکار کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نظر سے انکار بدعتی لوگوں کا مسلک ہے جو سراسر عقلاً و شرعاً باطل ہے۔ (بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۸۵۴)

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کسی کی نظر دور سے دوسرے آدمی کو کیسے لگ جاتی ہے اس کا جواب حاشیہ نمبر ۸ میں ہے: جواب: لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہیں بعض اوقات نظر لگانے والے کی آنکھوں سے ایک زہریلی ہوا نکلتی ہے اور معیون نے (جس کو نظر لگتی ہے) بدن کو چھو لیتی ہے اور اس

سے اس کو ضرر اور تکلیف پہنچتی ہے اور اس ضمن میں بعض سے یہ منقول ہے کہ کہا اس نے کہ جب کوئی چیز مجھے تعجب میں ڈالتی ہے تو میں ایک زہریلی حرارت محسوس کرتا ہوں جو میری آنکھوں سے خارج ہوتی ہے جب وہ اس شخص کو چھوتی ہے تو وہ ضرر اور تکلیف سے دوچار ہوتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ حائضہ عورت اگر وہ اپنا ہاتھ دودھ میں رکھے تو ہو فاسد ہو جائے گا کیونکہ اس وقت اس کے بدن سے ایسی حرارت موذیہ وسمیہ خارج ہوتی ہے اور اگر وہ حیض سے پاک ہو جائے اور پھر دودھ میں ہاتھ رکھے تو وہ خراب نہ ہوگا۔

نوٹ: اس حاشیہ نمبر ۸ میں بالتفصیل طوالت کے ساتھ اقوال علماء مذکور ہیں خواہشمند حضرات وہاں ملاحظہ فرماویں (بخاری شریف جلد۲، حاشیہ نمبر۸ صفحہ ۸۲۵)

خلاصہ: یہ کہ جب بخاری شریف کی صحیح احادیث نبوی ﷺ سے نظر لگنا ثابت ہے تو پھر وہ کون سا اور کیسا مسلمان ہے جو سرور کونین ﷺ کے فرامین صریحہ سے انکار کرتا ہے اور حاشیہ نمبر ۱ کی عبارت سے صریحاً ثابت ہوا کہ نظر کا منکر بدعتی ہے اور کتب مذہب سے ثابت ہے کہ بدعتی لوگ کلاب اہل النار ہیں۔ العیاذ باللہ۔ اب چند احادیث نبوی ﷺ مشکوٰۃ شریف کی ملاحظہ فرماویں:

۱: وعن انس رضی اللہ عنہ قال رخص رسول اللہ ﷺ فی الرقیة من العین والحمة والنملة رواہ مسلم- مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۸۸)

ترجمہ: روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نظر بد سے دم کرنے کی اجازت دی اسی طرح ڈنک اور اندھوریوں میں، اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وضاحت: حمہ سے مراد بھڑ بچھو وغیرہ کا ڈنک زہریلا ہے اور نملہ سے مراد باریک دانے جو پسلیوں پر نمودار ہو کر تمام جسم پر پھیل جاتے ہیں۔ یعنی حضور ﷺ نے ان چیزوں اور نظر بد سے خواہ انسان کی ہو یا جن کی دم کرنے کی اجازت دی ہے -- انتہیٰ

۲: وعن عائشة رضی اللہ عنہا قالت امرنی النبی ﷺ ان یسترقی من العین متفق علیه (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۸۸)

ترجمہ: روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر بد سے دم کرنے کا حکم فرمایا، اس حدیث کو مسلم اور بخاری دونوں نے روایت کیا۔

وضاحت: اس حدیث شریف کی شرح میں صاحب مرآۃ المناجیح بحوالہ مرقات حاشیہ نمبر ۳ میں فرماتے ہیں یعنی نظر بد سے دم کرنے کی اجازت ہے لہٰذا یہ حدیث شریف یا تو دم کی ممانعت کی احادیث کی شرح ہے یا ان کی ناسخ ہے یعنی وہ دم ممنوع ہے جس میں مشرکانہ الفاظ ہوں۔

قرآنی آیات اور احادیث کی دعاؤں سے دم کرنا جائز ہے ان کی تاثیر برحق ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتیں بھی دم کرسکتی ہیں مگر مردوں پر دم کرنا ہو تو پردہ کا خیال ضروری ہے۔ بچوں عورتوں پر دم میں آزادی ہے، آگے فرماتے ہیں علماء کرام فرماتے ہیں کہ بدنظری سے بچنے کے لئے یہ آیت کریمہ اکسیر ہے۔۔

آیت و ان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم لما سمعوا الذکر۔ الآیہ۔ (بحوالہ مرقاۃ صفحہ ۲۲۱ جلد ۲ مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح)

۳: عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال العین حق۔ (الحدیث الیٰ آخرہ (مشکوۃ شریف ۳۸۸)

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نظر حق ہے۔

۴: و عن ام سلمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رآی فی بیتھا جاریۃ فی وجھھا سعفۃ تعنی صفرۃ فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام استرقوا لھا فان بھا النظرۃ متفق علیہ (مشکوۃ شریف صفحہ ۳۸۸

ترجمہ: روایت ہے حضرت ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گھر میں ایک لڑکی کو دیکھا جس کے چہرہ پر زرد چھائیں یعنی زردی تھی تو فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اس کے لئے دم کردو کہ اس کو نظر لگی ہے۔

۵: و عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لا رقیۃ الا من عین او حمۃ (رواہ احمد والترمذی مشکوۃ صفحہ ۳۹۰)

ترجمہ: روایت ہے عمران ابن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں ہے جھاڑ پھونک مگر نظر سے یا ڈنک سے یعنی نظر بد اور زہریلے جانوروں کے کاٹ لینے میں دم جھاڑ پھونک بہت زیادہ مفید ہے۔ (مرآۃ المناجیح، شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۶ صفحہ ۲۴۰)

حدیث ۶: وعن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا رقیۃ الا من عین او حمۃ او دم -- رواہ ابو داؤد (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۰)

ترجمہ: روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہیں ہے جھاڑ پھونک مگر نظر سے یا ڈنگ سے یا خون (نکسیر) سے اس حدیث شریف کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

۷: وعن اسماء بنت عمیس قالت یا رسول اللہ ﷺ ان ولد جعفر یسرع الیھم العین افا استرقی الھم قال نعم - (الحدیث رواہ احمد والترمذی صفحہ ۳۹۰ مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: روایت ہے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جعفر کی اولاد کو نظر جلد لگ جاتی ہے تو میں ان کو دم کردوں تو فرمایا حضور ﷺ نے ہاں -- الخ --

نوٹ: آخر میں ایک حدیث شریف نقل کرتا ہوں غور سے ملاحظہ فرماویں۔

۸: وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ ﷺ یتعوذ من الجان و عین الانسان حتی نزلت المعوذتین - فلما نزلت اخذ بھما و ترک ماسوا ھما (رواہ الترمذی و ابن ماجہ مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۰)

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جنات اور انسانوں کی نظر سے پناہ مانگتے تھے حتی کہ سورہ فلق اور سورہ ناس نازل ہوئیں پھر جب یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں تو ان کو لے لیا اور ان کے ماسوا کو چھوڑ دیا۔ (ترمذی بن ماجہ)

اس حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے صاحب مرآۃ المناجیح لکھتے ہیں یعنی سورہ فلق اور سورہ ناس کے نازل ہونے سے پہلے حضور ﷺ جنات اور انسانوں کی نظر سے بچنے کے لئے مختلف دعائیں پڑھتے تھے مثلاً اعوذ باللہ من الجان وغیرہ یا اعوذ باللہ من عین الانسان

الحاسد تو جب یہ دونوں سورتیں نازل ہوئی تو دیگر دعاؤں کی کثرت چھوڑ دی زیادہ تر سورہ فلق اور سورہ ناس ہی پڑھا کرتے -- انتہی (مرآۃ المناجیح جلد ۶ صفحہ ۲۴۵)

خلاصہ : آیات قرآنی اور ان تمام مذکورہ بالا احادیث نبوی ﷺ سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ نظر لگنا حق ہے اور اس سے انکار سورج کو ہاتھ سے چھپانے کے مترادف ہے اور سوائے مبتدع اور صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے کے اور کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا۔

الحدیقته الندیه شرح طریقة المحمدیه میں ہے و اصابة العین جائزة (الحدیقته الندیهه جلد ا صفحه ۲۹)

ترجمہ: اور نظر کا لگنا جائز ہے اور ثابت ہے، فرماتے ہیں

حتی ارب فقهاء الشافعیه وجوب الضمان علی من اتلف بها .

ترجمہ: یعنی جس نے کسی کو نظر لگائی اور اس کا نقصان ہوا تو علماء شافعیہ نے فرمایا ہے کہ نظر لگانے والا اس نقصان کی تلافی کرے گا اور وہ اس کا ذمہ دار ہے۔ آگے فرماتے ہیں

قال الامام ابو عبدالله المازری اخذ جماهیر العلماء بظاهر هذا الحدیث و قالوا العین حق و انکره طوائف من المبتدعة -الیٰ آخره (الحدیقته الندیهه جلد ا صفحه ۲۹۷)

ترجمہ: امام ابوعبداللہ مازری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جمہورت علماء امت نے اسی حدیث شریف کو اختیار فرمایا ہے اور اس کے ظاہری معنی پر عمل کیا کہ نظر کا لگنا حق ہے البتہ مبتدعین کے بعض گروہوں نے انکار کیا ہے اس سے۔

نوٹ: کتاب ہذا میں نظر پر تحویل بحث کی گئی ہے مصنف کتاب حضرت العلامہ عبدالغنی النابلسی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار دلائل عقلیہ ونقلیہ سے نظر لگنے کو ثابت فرمایا ہے اور ثابت کیا ہے کہ نظر حق ہے اور فرمایا کہ یہی ہے مسلک حضرات جمہور علماء امت کا اور اسی پر عمل ہے مسلمانوں کا اور اس کی وضاحت فرمادی کہ نظر کا منکر بدعتی ہے میں مکمل بحث کو بخوف طوالت درج نہ کرسکا جس کسی کو خواہش ہو الحدیقۃ الندیہہ جلد ا صفحہ ۲۹۷ - ۲۹۸ پر خود ملاحظہ فرمائے۔

مستفتی صاحب نے استفتاء میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر نظر بد کی کوئی حقیقت ہے تو ان مذاق

اڑانے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ :

اس ضمن میں اتنا ہی عرض کرنا کافی ہے کہ مندرجہ بالا حوالوں سے ثابت ہوا کہ نظر کا منکر بدعتی ہے اور بدعتی کی مذمت میں بکثرت احادیث شریف وارد ہیں جو اہل علم حضرات سے پوشیدہ نہیں یہاں صرف ایک حدیث شریف درج کرتا ہوں۔

عن ابراهيم بن ميسره قال قال رسول الله ﷺ من و قر صاحب بدعة فقد اعان علیٰ هدم الاسلام (رواه البيهقى فى شعب الايمان (مشكوٰة شريف صفحه ۳۱)

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابراہیم ابن میسرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس نے بدعتی کی تعظیم کی یقیناً اس نے اسلام ڈھانے پر مدد دی، اس حدیث شریف کو بیہقی نے شعب الایمان میں مرسلاً روایت کیا ہے فافہم۔

تنبیه: عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے اور جاہل کے لئے انبار کتب بھی بے سود جس کو نظر لگتی اس کے لئے ہمارے اساتذۂ کرام کاغذ پر ایک نقشہ بناتے جس میں سولہ خانے ہوتے ہر خانے میں اسم شریف (یا بدوح) لکھتے پھر اس کو تعویذ بنا کر معیون کو دیتے جسے وہ اپنے گلے میں باندھتا، اللہ تعالیٰ اسے شفا بخش دیتا۔

آخر میں کتاب (مسنون دعائیں) سے نظر بد کے لئے ایک دعا تحریر کرتا ہوں ضرورتمند حضرات اس مستفید ہونے کی کوشش کریں۔ جس کو نظر لگی ہو اسکے لئے اول آخر ۳ بار درود شریف اور درمیان میں ذیل کی دعا ۳، ۵، ۷، بار پڑھ کر معیون کو دم کریں، دعا یہ ہے

بسم الله اللهم اذهب حرها و بردها و وصبها

ترجمہ: اللہ کے نام سے اے اللہ دور کر اس کی گرمی اور اس کی سردی اور اس کی تکلیف (مسنون دعائیں صفحہ ۱۰۹)

اللهم وفقنا لما تحب و ترضى

ترا غم!

مجید امجد

برس گیا بہ خراباتِ آرزو، ترا غم
قدح قدح تری یادیں، سبو سبو ترا غم
ترے خیال کے پہلو سے اُٹھ کے جب دیکھا
مہک رہا تھا زمانے میں چار سو ترا غم
غبارِ رنگ میں رس ڈھونڈتی کرن، تری دھن
گرفتِ سنگ میں بل کھاتی آب جو، ترا غم
ندی پہ چاند کا پرتو، ترا نشانِ قدم
خطِ سحر پہ اندھیروں کا رقص تو، ترا غم
نخیلِ زیست کی چھاؤں میں نَے بلب، تری یاد
فصیلِ دل کے کلس پر ستارہ جو، ترا غم
طلوعِ مہر، شگفتہ سحر، سیاہیِ شب
تری طلب، تجھے پانے کی آرزو، ترا غم
نگہ اٹھی، تو زمانے کے سامنے ترا روپ
پلک جھکی، تو مرے دل کے رو برو، ترا غم

تبصرۂ کتب

نوٹ: تبصرہ کے لئے دو کتابیں ارسال کی جائیں

عنوان: خاتمیت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

تصحیح وترتیب: حافظ نور حکیم جیلانی

مصنف: مفتی ابوالحبیب محمد اسحاق نظیری

صفحات ۴۷

قیمت ۵۰ روپیہ

اشاعت: باراول ۲۰۰۱ء

ناشر: نورالاحناف پبلشرز ۴۳/۱۱ کبر باڑہ مارکیٹ رامداس بازار پشاور شہر۔

تبصرہ نگاہ: سید محمد انور شاہ قادری

حضرت علامہ مفتی ابوالحبیب محمد اسحاق نظیری مدظلہ العالی ایک دینی درسگاہ ''جامع اسلامیہ نظیریہ اسلام آباد'' کے مہتمم ہیں۔ آپ نے زیرِ تبصرہ کتاب پیغمبر اسلام جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر تحریر کی ہے۔ اگرچہ ختم نبوت کے منکرین یعنی قادیانی ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی کی طرف سے متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار پا چکے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے نئے نئے حربے استعمال کرتے رہتے ہیں جن کا سدباب کرنا اور عامۂ مسلمین کو ان کے فریب سے بچانا بہت ضروری ہے چنانچہ مفتی صاحب نے اس موضوع پر قرآن وحدیث اور اجماع صحابہ کی روشنی میں آسان اور عام فہم انداز سے یہ مختصر مقالہ قلمبند کر کے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اس میں بعض جگہوں پر کتابت کی غلطیاں پائی جاتی ہیں امید ہے آئندہ ایڈیشن میں ان کی اصلاح کردی جائے گی۔